عُلماء کی دُور رس نگاہیں

اسلامی دَور کے علماء درسگاہوں کو حکومت کی دسترس سے دُور رکھتے تھے

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ جب عالم اسلام کی ایک مشہور درسگاہ نے پہلے پہل حکومت کی امداد قبول کی تو اس کے اساتذہ نے سوگ منایا۔ اس لیے کہ ان کی دُور رس نگاہوں سے یہ حقیقت پوشیدہ نہ تھی کہ امداد کے ساتھ اثر آتا ہے اور اثر کے ساتھ پابندی اور پابندی ذہن کی رسائی اور حقیقت پسندی کو تباہ کر دیتی ہے۔

یہ روایت دینی مدارس نے ہمارے دَورِ غلامی میں بھی زندہ رکھی۔ چنانچہ مسجد کانپور کے حادثہ کے سبب سے ممالک متحدہ (یو۔پی) کے گورنر سر جیمس مسٹن مسلمانوں میں بدنام ہوئے تو انہوں نے ہر دلعزیزی حاصل کرنے کی غرض سے دیوبند تشریف لے جا کر امداد کی پیشکش کی۔ وہاں کے ارباب حل و عقد نے اسے نہایت نرمی لیکن وثوق کے ساتھ مسترد کر دیا۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

بحوالہ "ذکر ریاض" ص ۹۳

شائع کردہ: انجمن اسلامیہ ۵۰ الف کوچینی والا مارکیٹ کراچی

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سعید الرحمٰن علوی

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شَیْئًا قَطُّ بِیَدِہٖ وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا اِلَّا اَنْ یُّجَاہِدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ مَانِیْلَ مِنْہُ شَیْءٌ قَطُّ فَیَنْتَقِمُ مِنْ صَاحِبِہٖ اِلَّا اَنْ یُّنْتَہَکَ شَیْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَیَنْتَقِمُ لِلّٰہِ تَعَالٰی (مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا نہ عورت کو نہ غلام کو، سوا اس کے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور آپ کو کسی سے کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ تکلیف پہنچانے والے سے بدلہ نہ لیتے، مگر ہاں جب اللہ تعالیٰ کی حرمتوں میں کوئی بے حرمتی کرتا تو آپ اللہ کے لیے بدلہ لیتے۔

اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے جسے امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے نقل کیا۔ اس طویل حدیث کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:۔

"آپ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم سے کہا۔ کیا آپ پر اُحد کے دن سے زیادہ سخت کوئی دن گذرا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے تمہاری قوم سے بہت کچھ برداشت کرنا پڑا ہے۔ سب سے زیادہ سخت دن عقبہ کا دن تھا۔ میں نے عبد یا لیل بن عبد کلال کو دعوت اسلام دی۔ اس نے میری بات قبول نہیں کی۔ میں اپنے حال میں اس فکر اور رنج میں چلا جا رہا تھا، قرن ثعالب (مکہ کا ایک مقام) میں پہنچ کر مجھے احساس ہوا کہ میں کہاں ہوں؟ سر اٹھایا تو ایک بادل تھا جو مجھ پر سایہ کئے ہوئے تھا، میں نے جو نظر ڈالی تو اس میں جبریل امین علیہ السلام نظر آئے۔ انہوں نے مجھے پکارا اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کا فرمانا سنا اور آپ کی قوم کا جواب بھی سنا تو آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتہ کو بھی بھیجا۔ اب آپ جو چاہیں اسے حکم دیں، پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے پکارا۔ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ کا سوال سنا اور آپ کی قوم کا جواب سنا ___ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں مجھے میرے پروردگار نے بھیجا ہے اب آپ اپنے معاملہ میں جو چاہیں اگر آپ کا ارشاد ہو تو میں ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ان کو پیس دوں (جو مکہ کو گھیرے ہوتے ہیں) آپ نے فرمایا۔ نہیں میں امید کرتا ہوں کہ ان کی پشت میں اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اس کی عبادت کریں گے اور اس کا شریک نہ ٹھہرائیں گے"۔

اللہ اللہ کتنا تحمّل ہے کتنی بردباری ہے کہ اتنے مصائب برداشت کر کے جواب یہ ہے،

(باقی 19 پر)

جلد ۲۵ ❖ شمارہ ۳۳
۲۶ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ ❖ ۱۵؍فروری ۱۹۸۰ء

اس شمارے میں

رئیس الادارہ
پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ

مدیر منتظم : میاں محمد اجمل قادری

مدیر: محمد سعید الرحمٰن علوی

بدلِ اشتراک	سالانہ ۶۰/- روپے ، ششماہی ۳۰/- روپے
	سہ ماہی ۱۵/- روپے - فی پرچہ ۱/۵۰ ر

اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ

کب تک جاری رہے گی ——؟

خدام الدین کے ایک دیرینہ قاری خواجہ محمد زاہد ڈیرہ اسمٰعیل خاں نے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کو ایک خط لکھا ہے ، جس میں پاکستان کے گرد و پیش رونما ہونے والے واقعات اور ان سے نمٹنے کی تدابیر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ موصوف نے اشاعت کی غرض سے خط کی ایک کاپی ہمیں ارسال کی ہے۔ دوسری باتوں سے قطع نظر ایک بات کی طرف ہم توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں اور وہ ہے ملک میں سودی نظام کا سلسلہ جس نے ہماری پوری معیشت کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے ایک مسلمان چاہے وہ کتنا ہی بے عمل کیوں نہ ہو اس بات کو یقیناً سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا مدار اس کے دین برحق کے قیام پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں بھی اپنی امداد و اعانت اور نصرت و حمایت کا ذکر فرمایا وہاں اسے دین اسلام کی مدد و نصرت سے مشروط فرمایا ہے۔

وطن عزیز کا قیام جس وعدہ و پروگرام کا مرہونِ منت ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، ربع صدی سے زائد کا وقت گذر گیا اور ہم اپنی زندگی کے زبردست المیہ سے بھی دوچار ہو چکے لیکن اپنے مقصد و پروگرام کے معاملہ میں ہمارا رویّہ نہ بدلا۔ اگلے پچھلے باغبانوں نے اپنے طرزِ عمل سے منزل کو دُور سے دُور تر کر دیا اور نعروں میں جتنی شدت آتی گئی عمل کی دنیا اسی قدر کمزور پڑتی گئی اور عوام و خواص کا رجحان ایسے کاموں کی طرف بڑھتا گیا جو منشاء ربانی اور فرامین رسالت سے کسی طرح میل نہیں کھاتے —— گذشتہ دنوں کی تعزیاتِ مسرت میں ملت کے فرزندوں اور آبائے

شہر نے جس طرح دولت کو پانی کی طرح بہایا اور نماز جیسے بنیادی فرض کو نظرانداز کر کے رات دن کا بڑا حصہ خود ساختہ تقریبات کی نذر کر دیا! اور پھر اس میں مختلف مقامات کے ماڈل بنا بنا کر جس طرح ان کے طواف و احترام کا سلسلہ کیا گیا وہ ایسی باتیں نہیں جنہیں ایک بےچین دل محسوس نہ کرے۔ جب ہم اربوں کھربوں روپے کے مقروض ہوں اور ہماری سرزمین بذاتِ خود بے گھر اور بے در لوگوں کا مسکن ہو اور پھر لاکھوں بے گھروں کا مزید بوجھ اس پر ہو تو ایسی حالت میں یتیموں کے والی اور غریبوں کے مولیٰ کے نام پر ایسی تقریبات کے لیے کوئی وجہ جواز نہیں اور ڈر لگتا ہے کہ اس قسم کے مشاغل کی شکار قوم صبح محشر میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی شفاعت اور آپ کے ہاتھوں آبِ کوثر سے محروم نہ ہو جائے۔ اس لیے کہ احادیث میں اس قسم کے خطرات کی نشاندہی کی گئی ہے اور دین اسلام میں جدت طرازیوں کے خوگر لوگوں کے لیے سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے واضح فرما دیا ہے کہ ان کی تو توبہ بھی قبول نہ ہوگی۔ کیونکہ جس دل میں سنت کا احترام نہیں وہ دل اوّل تو توبہ کرے گا کیوں اور اگر اس نے رسم پوری کر لی تو اپنے مشاغل چھوڑے بغیر اس کا ثمرہ کیسے حاصل کرے گا۔

بہرحال ہم اپنے ایک قاری کے خط کے ضمن میں یہ توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ قرآن عزیز جو کتاب ہدایت اور اس کائنات کے مالک کا آخری نوشتہ ہے اس نے سود کی تمام شکلوں کو حرام قرار دیا ہے اور تجارت و سود کو خلط ملط کرنے والے لوگوں کے عبرت ناک انجام کی خبر دی اور بتایا کہ فردائے محشر میں جب وہ اٹھیں گے تو ان کے چہروں کی رونق غائب ہوگی اور وہ شیطانی مس کی وجہ سے مکروہ شکل لے کر آئیں گے، مزید ارشاد ہوا کہ اس قسم کے لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑائی کی خاطر تیار ہو جائیں۔

ایک مسلمان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ارشادات سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں اور اس کے رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے اس ظالمانہ نظام کو اپنے عمل مبارک سے جس طرح تہس نہس کیا اور حجۃ الوداع کے مبارک و مسعود موقعہ پر اپنے تاریخ ساز خطبہ میں جس طرح اس نظام کی دھجیاں بکھیریں، ناممکن ہے کہ کوئی مسلمان اس سے واقف نہ ہو لیکن حیرت ہے کہ سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے باوجود سنجیدگی سے اس طرف توجہ نہیں دی گئی۔

اسلام کا نظام عدل

رسمی نعروں اور دلفریب اعلانوں کے بجائے عمل کی دنیا میں انقلاب چاہتا ہے۔ ہمارے پڑوس میں بسنے والی ستر کروڑ چینی قوم اللہ اور اس کے رسولؐ سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھنے کے باوجود سود سے پاک نظام معیشت کو اپنا سکتی ہے تو رب کائنات کے آستانہ عقیدت پر سجدہ ریز ہونے والی قوم کے لیے یہ کیوں مشکل ہے ـــــ مشکل اصل یہ ہے کہ ہم نعروں اور اعلانوں کے رسیا ہو کر رہ گئے ہیں۔ خواص کی دکان اس سے چمکتی ہے اور عوام وقتی طور پر خوش ہو جاتے ہیں۔ لیکن پلٹ کر دیکھتے ہیں تو تاریکیاں ہمارا مقدر ہوتی ہیں اور آگے کو بڑھتے ہیں تو قرآن کے الفاظ میں سراب ہمارا منہ چڑاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تباہ شدہ بستیوں اور مٹ جانے والی قوموں کے واقعات بیان کرتے ہوئے واضح بات ارشاد فرمائی کہ ان کی تباہ حالی ان کے اعمال بد کا نتیجہ ہے ورنہ اگر یہ لوگ ایمان و تقویٰ کی زندگی اختیار کرتے تو زمینی و آسمانی

(باقی ۶ پر)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

صحابہ کرامؓ کے جذبۂ عمل کو بیدار کریں

پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد الحمد والصلوٰۃ :۔

محترم حضرات! ربیع الاوّل کا مہینہ ہمارے سروں پر جلوہ فگن ہے۔ اس مہینہ میں حضور رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی ولادت با سعادت کی نسبت بالعموم خوشی و مسرت کے اظہار کے لیے مختلف النوع تقاریب منعقد ہوتی ہیں۔ ان کی نسبت سے آج کی مجلس ذکر میں کچھ گذارشات پیش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائے۔

آپ کی آمد و بعثت اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ آپ معلّم و مربّی بن کر دنیا میں تشریف لائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی آخری وحی سے سرفراز فرمایا۔ آپ کی دنیا میں تشریف آوری کے وقت دنیا کے جو حالات تھے ان پر کسی بھی قسم کے تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ دنیا پوری طرح جہالت و تاریکی کا شکار تھی۔ آپ نے ایمان و یقین کی دعوت دے کر دنیا میں ایسا انقلاب بپا کیا کہ اس انقلاب سے متاثر ہونے والا ہر فرد آفتاب و ماہتاب بن گیا۔

حضور علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے انسانیت کے بہترین نمونے تیار فرمائے جو آپ کی حسنِ تربیت کا اعجاز تھا۔

سچ پوچھیں تو انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہی اس لیے ہے کہ انسان کے اندر کی انسانیت کو بیدار کر کے اس کا تعلق اپنے مالک سے جوڑ دیا جائے۔

ہم نے انسان کے متعلق یہی سمجھا ہے کہ وہ محض ظاہری ڈھانچے کا نام ہے۔ حالانکہ اصل انسان اندر کا انسان ہے جس کو قلب و روح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پیغمبرانِ خدا کی بعثت اسی قلب و روح کی تربیت کی خاطر ہوتی ہے۔ قرآنِ عزیز نے پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے فرائض میں "تزکیہ" کا ذکر کیا ہے اس کا تعلق اسی قلب و روح سے ہے آپ نے ایک طبقہ کو لا الٰہ کے نشہ میں سرشار کر کے اس مقام پر پہنچا دیا کہ آج اس طبقہ کی تعریف دشمن بھی کرنے پر مجبور ہے۔

یہ طبقہ جسے صحابہ علیہم الرضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اپنے ایمان و یقین اور دینی خدمات کے سبب اپنا ایک امتیازی مقام رکھتا ہے۔ ان حضرات میں اور آج کا انسان ان میں سے کسی ایک شخصیت کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن ایک ایسی بات کی طرف میں آپ کو آج کی اس مجلس میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کہ میرے

نقطۂ نظر سے بڑی اہم ہے اور
وہ یہ کہ ان حضرات نے نورِ
نبوت سے اکتسابِ فیض کے
بعد اپنی زندگیاں اس سانچہ میں
ڈھال لیں کہ وہ سراپا عمل ہو کر
رہ گئے۔ چنانچہ آپ اگر ان کی
سوانح کا جائزہ لیں گے تو آپ
کو معلوم ہوگا کہ وہ ہماری طرح
قول کے دھنی نہیں۔ بلکہ عمل کے
دھنی تھے اور اللہ کی بارگاہِ قدس
میں یہی بات اصل سرمایہ ہے۔
آج کے انسان نے کاغذ کے پھولوں
سے دنیا کو معطر کرنا چاہا ہے
اور اس کی تمام تر سرگرمیوں کا محور
یہی کچھ ہے لیکن یہ چیزیں اسوۂ
نبوت و رسالت سے کوئی مطابقت
نہیں رکھتیں۔ جو چیز کامیابی کی کلید
ہے وہ جذبۂ عمل کی بیداری ہے
جس کا اظہار بدر کے موقعہ پر
صحابہؓ نے یوں کیا کہ اے اللہ
کے پیغمبرؐ! آپ جہاد کے لیے
بسم اللہ کریں ہم آپ کے دائیں
بائیں آگے پیچھے ہو کر لڑیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے میری دعا
ہے کہ ہم میں صحابہ کرامؓ کا جذبۂ
عمل بیدار ہو جائے اور ہم حضور
نبی کریم علیہ السلام کے اسوۂ حیات
کو اپنا کر دنیا اور آخرت میں
سرخرو ہو سکیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد
للہ رب العالمین۔

بقیہ: اداریہ

برکات ان کا مقدر ہوتیں ـــــ
اور ایک دوسری جگہ اپنے نازل کردہ
ضابطۂ حیات کے قائم کرنے والوں
کے لیے خوشخبری دی کہ وہ میری
ہر قسم کی نعمتوں سے متمتع ہوں گے
چاہے وہ نعمتیں آسمان سے متعلق
ہوں یا زمین سے ـــــ ہم نے
کبھی نہیں سوچا کہ ایک زرعی
ملک گندم جیسی بنیادی ضرورت
کے معاملہ میں کیوں غیروں کا
محتاج بن کر رہ گیا، اس کی
دھرتی پر بے پناہ گنا پیدا ہونے
اور دسیوں شوگر مل ہونے کے
باوجود چینی کا قحط کیوں ہے؟
جس ملک کے شہروں اور دیہاتوں
میں حدِ نظر تک دودھ دینے
والے جانور نظر آتے ہیں وہاں
کے باسی اشیاءِ ضروریہ کو کیوں
ترستے ہیں؟

سچ یہ ہے کہ دوسرے اسباب
کے علاوہ یہود جیسا ظالمانہ فکر
اس کا بنیادی سبب ہے۔ آج
ہماری معیشت کا کوئی شعبہ اس
سے پاک نہیں۔ یوں گویا ہم اپنے
پیدا کرنے والے کی نافرمانی کر کے
اس سے جنگ مول لے رہے ہیں۔
زیادہ سوچ بچار انسانی ذہن
کو تشویش میں مبتلا کر دیتی ہے
ضرورت ہے جرأت رندانہ سے کام
لے کر قدم بڑھانے کی۔ اگر ہم
اللہ کے مخلص بندے بن کر
اس کے آخری اور سچے دین کی
سربلندی کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں
تو وہ ذاتِ پاک اپنے دین کے
صدقے ہماری یقیناً نصرت فرمائے گی۔
اور ہم حرام و مشتبہ مال سے
نجات حاصل کر سکیں گے ـــ یاد
رکھیں کہ جس پیٹ میں برابر حرام
کے لقمے اور حرام کے گھونٹ
جائیں اور جو جسم حرام کے لباس
میں ملبوس ہو اس کی دعائیں
بھی قبول نہیں ہوتیں ـــــ اس
سے پہلے کہ اللہ اور اس کے
رسولؐ کے ساتھ جنگ میں ہم صفحۂ
ہستی سے مٹ جائیں ہمیں اپنے اندازِ
فکر اور طرزِ عمل کو بدل لینا چاہیئے
اور اپنے مالک کی اس وعید کو
سامنے رکھنا چاہیے وَ اُمْلِیْ لَھُمْ
اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاحِ احوال
کی توفیق دے۔

علی

آیت کریمہ

۲۱ر فروری بعد نماز مغرب
مجلس ذکر سے متصل ہوگی۔
انشاء اللہ تعالیٰ (ادارہ)

ضبط و ترتیب : علوی

دشمنانِ رسولؐ کا عبرت ناک انجام

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم ○

اما بعد: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ .... فِیۡ جِیۡدِہَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ۔ (صدق اللہ العظیم)

محترم حضرات! قرآن کریم کے آخری پارہ کی مختصر سورتوں میں سے ایک سورۃ جس کا نام "اللھب" ہے آپ کے سامنے تلاوت کی گئی ہے اس کا ترجمہ ہے:۔

"ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ، کام نہ آیا اس کو مال اس کا اور نہ جو اس نے کمایا، اب پڑے گا بیٹھیں مارتی آگ میں اور اس کی جورو، جو سر پہ لئے پھرتی ہے ایندھن، اس کی گردن میں رسی ہے مونجھ کی۔"

(حضرت شیخ الہندؒ)

اس سورۃ میں درحقیقت حضور علیہ السلام کے ایک حقیقی چچا اور اس کی بیوی کے برے اور عبرت ناک انجام کا ذکر ہے جو ابولھب کے نام سے معروف تھا لیکن جس کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔ اس عبرت ناک انجام کی وجہ اس کا وہ گستاخانہ اور توہین آمیز رویہ تھا جو حضور علیہ السلام کی شانِ اقدس میں روا رکھا گیا تھا۔

تشریحی فوائد

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ اپنے فاضلانہ تفسیری فوائد میں رقمطراز ہیں:۔

ابولھب (جس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب ہے) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کا حقیقی چچا تھا لیکن اپنے کفر و شقاوت کی وجہ سے حضورؐ کا شدید ترین دشمن تھا جب آپ کسی مجمع میں پیغام حق سناتے یہ بدبخت پتھر پھینکتا۔ حتیٰ کہ آپؐ کے پائے مبارک لہو لہان ہو جاتے، اور زبان سے کہتا کہ لوگو! اس کی بات مت سنو یہ شخص (معاذ اللہ) جھوٹا، بے دین ہے۔ کبھی کہتا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم) ہم سے ان چیزوں کا وعدہ کرتے ہیں جو مرنے کے بعد ملیں گی۔ ہم کو تو وہ چیزیں ہوتی نظر نہیں آتیں ——— پھر دونوں ہاتھوں سے خطاب کرکے کہتا:۔

تبًا لکما ما اری فیکما شیئًا مما یقول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

تم دونوں ٹوٹ جاؤ کہ میں تمہارے اندر اس میں سے کوئی چیز نہیں دیکھتا جو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم) بیان کرتا ہے۔

ایک مرتبہ حضورؐ نے کوہ صفا پر چڑھ کر سب کو پکارا، آپؐ کی آواز پر تمام لوگ جمع ہو گئے۔ آپؐ نے

نہایت مؤثر پیرایہ میں اسلام کی دعوت دی۔ ابولھب بھی موجود تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ ہاتھ جھٹک کر کہنے لگا تبّاً لکَ سائر الیوم الھذا جمعتنا یعنی تو برباد ہو جائے کیا ہم کو اسی بات کے لیے جمع کیا تھا۔ اور روح المعانی نے بعض سے نقل کیا ہے کہ اس نے ہاتھوں میں پتھر اٹھایا کہ آپؐ کی طرف پھینکے۔ غرض اس کی شقاوت اور حق سے عداوت انتہا کو پہنچ چکی تھی، اس پر جب اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو کہتا کہ اگر سچ مچ یہ بات ہونے والی ہے تو میرے پاس مال و اولاد بہت ہے ان سب کو فدیہ میں دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا۔ اس کی بیوی ام جمیل کو بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت ضد تھی جو دشمنی کی آگ ابولہب بھڑکاتا تھا یہ عورت گویا لکڑیاں ڈال کر اس کو اور زیادہ تیز کرتی تھی ——— سورۃ ہذا میں دونوں کا انجام بتلا کر متنبہ کیا ہے کہ مرد ہو یا عورت، اپنا ہو یا بیگانہ، بڑا ہو یا چھوٹا، جو حق کی عداوت پر کمر باندھے گا وہ آخرکار ذلیل اور تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔ پیغمبر کی قرابت قریبی بھی اس کو تباہی سے نہ بچا سکے گی۔

کہتے ہیں کہ غزوۂ بدر سے سات روز بعد اس کے زہریلی قسم کا ایک دانہ نکلا اور مرض لگ جانے کے خوف سے سب گھروالوں نے الگ ڈال دیا وہیں مرگیا اور تین روز تک لاش یوں ہی پڑی رہی کسی نے نہ اٹھائی جب سڑنے لگی اس وقت حبشی مزدوروں سے اٹھوا کر دلوائی، انہوں نے ایک گڑھا کھود کر اس کو ایک لکڑی سے اندر ڈھلکا دیا، اوپر سے پتھر بھر دیے ——— یہ تو دنیا کی رسوائی اور بربادی تھی ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۔

ضروری نکات

ان تشریحات سے ضروری باتیں یہ سامنے آتی ہیں:

۱۔ ابولھب آپؐ کا حقیقی چچا تھا لیکن سخت ترین دشمن تھا اور اس کی بیوی بھی دشمنی میں کم نہ تھی۔

۲۔ ہر موقعہ پر وہ آپؐ کی مخالفت کرتا اور اس معاملہ میں وہ اندھا ہو چکا تھا۔

۳۔ اس نے عذاب کی شکل میں اپنی اولاد اور مال کو فدیہ کے طور پر دینے کا ارادہ کیا اور خیال کیا کہ اس کے ذریعہ بچ جاؤں گا۔

۴۔ لیکن وہ جس اولاد پہ نازاں تھا اس نے زندگی میں ہی اٹھا کر پھینک دیا۔

۵۔ مزید قرآن کی تصریح یہ ہے کہ اس کی بیوی آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھاتی۔

تبصرہ

ان نکات پر کسی قسم کے تبصرہ کی ضرورت نہیں بات بالکل واضح ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرابت قریبہ رکھنے کے باوجود اپنی اسلام دشمنی کی وجہ سے اس بدترین صورت حال سے دوچار ہوا اور اس کی کوئی چیز بھی اس کو عذاب الٰہی سے بچا نہ سکی۔

ہمارے یہاں بعض لوگوں کو محض اس بنا پر بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے کہ ان کا کسی خاص اور معزز برادری سے تعلق ہے حالانکہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی برادری اور تعلق کام نہیں آتا۔ وہاں صرف "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" کی بات چلتی ہے۔ یعنی اللہ سے ڈرنا اور توحید و رسالت پر ایمان لا کر اپنے

آپ کو منور کر لینا ایسا شخص بفضلہ بچ جائے گا لیکن محض نسبتی تعلق کسی کے کام نہیں آئے گا۔

ایک اور پہلو

یہ سورت بتلاتی ہے کہ ابولھب کا بُرا انجام اس کی رسول دشمنی اور حق دشمنی کے سبب ہُوا اسی طرح قرآن و حدیث اور آثار و روایات میں اور ایسے ان گنت لوگوں کا برا انجام مذکور ہے جو دین اسلام اور حضور علیہ السلام کے دشمن تھے۔ قرآن نے جن دشمنوں کا ذکر کیا ان میں کفار مکہ کے ساتھ یہود و نصاریٰ کا بھی ذکر ہے اور ان کے انجام سے بھی ایک دنیا واقف ہے اس کے علاوہ ایک اور طبقہ ہے جس کو قرآن نے منافقین کا نام دیا اور ان کا ذکر بڑے سخت لب و لہجہ میں کیا۔

ان کے حالات میں ہے کہ یہ لوگ آپ کی خدمت میں آکر آپؐ کی رسالت کا اقرار کرتے لیکن اللہ نے اس کے باوجود انہیں جھوٹا کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ "مذبذبین" تھے، نہ اِدھر نہ اُدھر یعنی نہ کافر نہ مسلمان۔ ان کا مقصد محض دھوکہ اور فریب تھا۔

سوال یہ ہے کہ جو لوگ اقرار رسالت کے باوجود اللہ کے غصّہ کا شکار ہوئے اور رہتی دنیا تک منافقین کہلائے ان کے طریقے کو اپنانے والوں کا کیا انجام ہوگا؟

رسولؐ سے دشمنی صرف یہ نہیں کہ اس کا انکار کیا جائے۔ یا معاذ اللہ اسے بُرا بھلا کہا جائے بلکہ یہ بھی دشمنی ہے اور بدترین قسم کی دشمنی کہ اس ذات اقدسؐ کا نام لے کر پھر ایسے کام کئے جائیں جو اس کی لائی ہوئی شریعت کے خلاف ہوں۔

اس واضح پیمانہ پر ہم آج کے حالات کا جائزہ لیں تو ازحد رنج ہوتا ہے کہ زندگی کے انفرادی اور اجتماعی کسی بھی معاملہ میں آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کا تو سوال ہی نہیں لیکن ظاہرداری کے طور پر ایسے ایسے کام ہوتے ہیں جن پہ وقت و سرمایہ بے پناہ خرچ ہوتا ہے۔ ایسے کام اور ایسے اعمال اللہ کی نظر میں انتہائی معیوب ہوں گے اور حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق ایسے افراد حوض کوثر سے محروم رہیں گے۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اس دن سے پہلے کہ جس دن کسی کا مال و سرمایہ کام نہیں آئے گا ہمیں اس کی فکر لینی چاہیے۔ آج کتنی بدبختی اور ستم ظریفی ہے کہ قرآن و سنّت کے احکام و فرامین پر رتی برابر عمل نہیں لیکن غیراقوام کی نقالی میں ایسی ایسی تقریبات مسرت کا اہتمام ہوتا جن کی قرآن و سنّت سے سند مل جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

حضرات گرامی! میں نے رات مجلس ذکر میں بھی عرض کیا اب بھی کہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام سے عقیدت و محبت کے معاملہ میں صحابہ علیہم الرضوان کے اسوہ کو مشعل راہ بنائیں انہوں نے ظاہرداری کا کوئی ایسا کام نہیں کیا جیسے ہم کرتے ہیں لیکن انہوں نے دین اسلام کی سربلندی کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا دیا۔

وقت و سرمایہ کا جو ضیاع آج ہم کر رہے ہیں چاہیے کسی ہی حسین عنوان سے ہو وہ ربّ محمدؐ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم) سے ہمیں بچا نہیں سکے گا۔ اس لیے پوری دلسوزی کے ساتھ میری درخواست ہے کہ حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق قبر و حشر کے محاسبہ سے قبل اپنا محاسبہ کر لو اور اپنی اصلاح کر لو ورنہ صبح قیامت میں ذلت و نامرادی سے دو چار ہونا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ دارین میں ہمیں سرخروئی نصیب فرمائے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بادۂ شیراز در جامِ اردو

شب از مطربِ کہ دل خوش باد وَے را
شنیدم نالۂ جانسوز نَے را
چناں در جانِ من سوزشش اثر کرد
کہ بے رقّت ندیدم ہیچ شَے را
حریفے بُد مرا ساقی کہ ہر دم
زِ زُلف و رُخ نمودے شمس و دَے را
چو شوقم دید در ساغر مے افزود
بگفتم ساقئ فرخندہ پَے را
رہانیدی مرا از شرِ ہستی
چو بیہودی پیاپے جام مے را
حماک اللہ عن شرِّ النوائب
جزاک اللہ فی الدارین خیرا
چو بیخود گشت حافظ کے شمارد
بیک جو مملکت کاؤس و کَے را

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ

خدا رکھے دلِ مطرب کو خوش، کل رات گاتا تھا
مجھے اُس کی غزل سے یاد اپنا یار آتا تھا
نوا جانسوز تھی اُس کی، غزل دلدوز تھی اُس کی
وہ خود بھی رو رہا تھا اور مجھ کو بھی رُلاتا تھا
مرا ساقی بھی میرے سامنے موجود تھا یارو!
رُخ و گیسو سے دن اور رات کا منظر دکھاتا تھا
جو میرا شوق دیکھا وہ مری جانب چلا آیا
مَیں پیتا جا رہا تھا اور وہ مجھ کو پلاتا تھا
کہا مَیں نے مجھے آزاد کر دے شرِّ ہستی سے
مرے ساقی، مرے ساقی کا مَیں نعرہ لگاتا تھا
"جزاک اللہ فی الدارین خیرا" جب کہا مَیں نے
مرا ساقی مجھے آغوش میں لے کر ہنساتا تھا
ہُوا جب مست و بے خود حافظِ شیراز اے یارو!
تو پھر کاؤس و کَے کو بھی یہ کس گنتی میں لاتا تھا

پیمانہ بردارِ میخانۂ حافظ خواجہ آزاد شیرازی مدیر تذکرہ

حضرت عمر فاروق رضؓ

صفدر گنوری معتمد بزم

● جناب اختر صاحب سعیدی

کوئی پیاسا نہ رہ جائے کوئی بھوکا نہ سو جائے
یہی آٹھوں پہر تھا سوچنا فاروقِ اعظم رضؓ کا

نبیؐ کا بھی وہ دشمن ہے علیؓ کا بھی وہ دشمن تھا
گھٹائے گا جو انساں مرتبہ فاروقِ اعظم رضؓ کا

وہ حق سے وہ انساں دور رہ سکتا نہیں اختر
جسے بھی قرب حاصل ہو گیا فاروقِ اعظم رضؓ کا

● جناب حکیم اختر صاحب سنبھلی

غریبوں کا الم تھا ہر الم فاروق اعظم رضؓ کا
تھا کتنا معتبر احساسِ غم فاروق اعظم رضؓ کا

نبیؐ کے سایۂ داماں میں ہو گا روزِ محشر وہ
کہ جس کے دل میں اک ذرہ ہے غم فاروقِ اعظم رضؓ کا

کوئی کچھ بھی کہے میرا تو یہ ایمان ہے اختر
دلیلِ حق ہے ہر نقشِ قدم فاروقِ اعظم رضؓ کا

● جناب بدر غوث صاحب لانڈھی

قطعہ

جو شخص بدر پیکرِ جاہ و جلال تھا
اس کی کوئی مثال نہ تھی بے مثال تھا

پھر آج اُس کی یاد کے روشن ہوئے چراغ
جو صاحبِ کمال سراپا جمال تھا

● جناب برگ صاحب یوسفی فتحپوری

نبیؐ کا حرفِ تمنائے بیکراں فاروق رضؓ
دعائے احمدِ مختار کا نشاں ہے فاروق رضؓ

عمر رضؓ ہیں رحلِ خلافت کا دوسرا پارہ
نبیؐ کے مصحفِ ناطق کی ہیں زباں فاروق رضؓ

اگر علی رضؓ ہیں یہاں بابِ شہرِ علمِ رسولؐ !
فصیلِ علمِ محمدؐ ہیں بے گماں فاروق رضؓ

● جناب خاطر صاحب جبلپوری

یوں تو ہوں گے دنیا میں لاکھوں دیدہ ور پیدا
پھر بھی ہو سکتا نہیں "ثانیٔ عمر رضؓ پیدا"

شہسوار و دانشور اور دعائے پیغمبرؐ
اب نہ ہو گا دنیا میں ایسا نامور پیدا

حاسدِ عمر رضؓ جو ہیں اُن کو کیا نظر آئے؟
رات کر نہیں سکتی جلوۂ سحر پیدا

● جناب امتیاز زاہی صاحب شاہجہانپوری

جب تجسس ہوا نظروں کو کہاں ہیں فاروق رضؓ
دل سے آواز یہ آئی کہ "یہاں ہیں فاروق رضؓ"

گو کہ زمانے میں نہیں اُن کا وجود !
آج بھی ملتِ اسلام کی جاں ہیں فاروق رضؓ

اُن کی ہیبت سے دلیروں کے جگر کانپ اُٹھے
عظمتِ دینِ محمدؐ کا نشاں ہیں فاروق رضؓ

● جناب صوفی شریف امروہوی صاحب

ازل کی چاندنی فاروقِ اعظم رضؓ
ابد تک روشنی فاروق اعظم رضؓ

تمہاری ہمسری کیا ہو کہ تم ہو
تمنائے نبیؐ فاروقِ اعظم رضؓ

اگر ہوتا نبی بعدِ محمدؐ
تو تم ہوتے نبیؐ فاروقِ اعظم رضؓ

● جناب قاضی شفیع صاحب برہانپوری

قریب رحمتِ سرکارِ دو جہاں ہیں عمر رضؓ

رسولِ پاک کے ہمراہ پاسباں ہیں عمرؓ
جہاں میں آج بھی قائم نظام ہے اُن کا
جہاں میں امن اور انصاف کا نشاں ہیں عمرؓ
وہ جس سے فتنۂ باطل ہوا ہے سرد شفیع
صلوٰۃِ دینِ محمدؐ کی اک اذاں ہیں عمرؓ

● اصغر صفدر گنگوری معتمد بزم
دل کے آئینے میں دیکھو تو عیاں ہیں فاروقؓ
ورنہ کہتے ہی پھروگے کہ "کہاں ہیں فاروقؓ"
ساریہؓ بن کے کوئی آج ذرا نکلے تو
منبرِ کشف و کرامات پہ ہاں ہیں فاروقؓ
چاہ و دریا بھی فرامینِ عمرؓ کے تابع
کس قدر سیف رقم سیف زباں ہیں فاروقؓ

● جناب مولانا مظفر حسن ظفر صاحب دہلوی سرپرست بزم
تمنائے دلِ فاروقِ اعظمؓ
متاعِ زندگی فاروقِ اعظمؓ
نبیؐ کے مقتدی صدیق اکبرؓ
اور اُن کے مقتدی فاروقِ اعظمؓ
ظفر کیا؟ یاد کرتا ہے زمانہ
خلافت آپ کی فاروقِ اعظمؓ

● جناب عقیل صحرائی صاحب
ہے رحمت بھی، ہے قہرِ آسماں بھی
گذرتے ہیں جدھر فاروقِ اعظمؓ
رسولؐ اللہ کو تھا ناز جن پر
تھے اُن میں خاص کر فاروقِ اعظمؓ
نہ بھولے گی کبھی تاریخ جن کو
وہ ہیں حضرت عمرؓ فاروقِ اعظمؓ

● جناب فیروز صاحب اکبرآبادی
دنیا میں آشکارا عدالت عمرؓ کی ہے
صدیقؓ ہی کے بعد خلافت عمرؓ کی ہے
مقبولِ بارگاہ ہے انصاف آپ کا
دربارِ کبریا میں یہ عظمت عمرؓ کی ہے
فیروزؔ سیر کرلی کراچی کی اب بہت
آؤ چلیں مدینے کہ دعوت عمرؓ کی ہے

● جناب قمر صاحب وارثی۔ مدیر
صاحبِ فکر و عمل عزم جواں ہیں فاروقؓ
مسلکِ حق و صداقت کی زباں ہیں فاروقؓ
ظلمتِ جہل کو وحدت کے اجالے بخشے
منفعتِ دینِ محمدؐ کا نشاں ہیں فاروقؓ
پہلوئے سیدِ ابرار مقدر ٹھہرا
منزلِ عظمتِ الفت کا نشاں ہیں فاروقؓ

● جناب منصور صابری
جس کی نگاہ و فکر میں حضرت عمرؓ نہیں
اس کے لیے شفاعتِ خیر البشرؐ نہیں
پاکیزگیٔ روضۂ اطہر تو دیکھیے
اس میں منافقین کا ہرگز گذر نہیں
توصیف کر رہا ہوں میں اس پاک ذات کی
جس کے بغیر عشقِ نبیؐ معتبر نہیں

● جناب نازش صاحب حیدری
خلوصِ باہمی کا آئینہ فاروقِ اعظمؓ ہیں
کہ دامادِ علیؓ عزت فزا فاروقِ اعظمؓ ہیں
حسینؓ ابنِ علیؓ کا عقد کرکے شہر بانو سے
رواداری کا نقشِ انتہا فاروقِ اعظمؓ ہیں
زمانے میں رسولؐ اللہ کی سیرت مثالی ہے
رسولؐ اللہ کی "سیرت نما" فاروقِ اعظمؓ ہیں

● جناب نثار صاحب اکبرآبادی
عبا با پیکرِ لعنت رہے ہیں چند دیوانے
نہیں جو مانتے جاہ و حشم فاروقِ اعظمؓ کا
خلاؤں میں ہواؤں میں حجاباتِ مقدس ہیں
دلیلِ حق ہے ہر نقشِ قدم فاروقِ اعظمؓ کا
فراہم کرکے دیکھو دشمنو! اسبابِ حق گوئی
زمانہ آج بھی بھرتا ہے دم فاروقِ اعظمؓ کا

پ پ پ پ پ

امام بخاری، بابر اور احمد دانش کے دیس میں

محترم جناب ضیاء الحسن فاروقی

ایک اور بات جو میں نے اس پورے سفر میں تاشقند سے ماسکو تک دیکھی اور سوویٹ یونین کے خاص حالات میں اس کی افادیت کو محسوس کیا، وہ یہ ہے کہ یہاں ہر نماز کے بعد قرآن پاک کے کسی حصہ کی تلاوت ضرور ہوتی ہے اور پھر مقامی زبان میں اس کا ترجمہ و تفسیر اور پھر قدرے طویل دعا، فرض نمازوں کے بعد جو دعا ہوتی ہے وہ بہت مختصر، اس دعا کے بعد امام مقتدی کی طرف رخ کر کے بیٹھتا ہے اور تسبیح کے کلمات مثلاً سبحان اللہ ایک بار قدرے بلند آواز سے کہتا ہے پھر زیر لب، مقتدی اس کی اقتداء میں اسی طرح تسبیح پڑھتے ہیں اس کے بعد الحمد للہ، اور آخر میں اسی طور سے اللہ اکبر، ہمارے یہاں یہ طریقہ نہیں ہے، میں نے یہاں کے لوگوں میں مسجد اور کلام پاک کا حد درجہ احترام پایا اور ایسا نظم و ضبط کہ ذرا بھی شور یا بھاگ دوڑ نہیں، میں نے بعض مسجدوں میں بچے بھی دیکھے لیکن کیا مجال کہ مسجد کے احترام میں کسی سے پیچھے ہوں، میرا احساس یہ ہے کہ یہ کسی خاص موقع کے لئے سکھائی یا سمجھائی بات نہیں بلکہ یہ یقیناً وسط ایشیا کے مسلمانوں کی خصوصیت اور روایت ہے جس کا احترام اندر سے پیدا ہوتا ہے اور نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا رہتا ہے ٹیلہ شیخ مسجد میں ظہر کی نماز ادا کر کے ہم لوگ اس مدرسہ میں آئے جو امام بخاری کے نام پر اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے قائم کیا گیا ہے اور جہاں بخارا کے مدرسہ میر عرب کے فضلا، حدیث و تفسیر یا فقہ اسلامی میں تخصص کے لئے آتے ہیں، یہاں پر دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ انہیں سماجی علوم اور بین الاقوامی سیاست کا نصاب بھی پڑھنا ہوتا ہے اس مدرسہ کے وسیع و عریض صحن میں چائے خانوں کی طرز کی دو تین بارہ دریاں تھیں انہیں میں کھانے کا انتظام تھا ہم لوگ میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئے میز پر نہایت خوش سلیقگی سے پلیٹوں میں انواع و اقسام کے پھل رکھے تھے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر پھلوں کے رس سے بھرے جگ پیاس کی لذت بڑھا رہے تھے، میز پر اسی طرح روٹیاں (نان) سجی ہوئی تھیں چا، پینے کے لئے نقشین خوشنما پیالے اور کیتلیاں رکھی تھیں سب سے پہلے بابا خان مفتی ضیاء الدین نے ایک روٹی اٹھائی، اس کے کئی ٹکڑے کئے اور آس پاس بیٹھے مہمانوں میں تقسیم کئے یہ گویا اعلان تھا کہ اب کھانا شروع ہو گیا، یہاں درحقیقت روٹی ہی کو اصل رزق سمجھا جاتا ہے، میرا خیال ہے کہ یہ روایت صوفیا کرام کی خانقاہوں کی رہین منت ہے اور اب تک باقی ہے، بابا خان مفتی ضیاء الدین نقشبندی سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں ان کے والد ایشان بابا خان اور دادا عبد المجید خان دونوں نقشبندی بزرگ تھے، عبد المجید خان حضرت خواجہ عبد الرزاق ؒ کے مرید تھے اور آخر الذکر کو خلافت ملی تھی حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ سے جو حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی کے فرزند اور خلیفہ تھے۔

میں نے دیکھا کہ حضرت مفتی صاحب نے نہایت سادگی سے روٹی کا ایک ٹکڑا بغیر دودھ کی چائے میں ڈبو دیا اور منہ میں رکھ لیا (اس علاقے میں دودھ کی چائے کا رواج نہیں) دو تین ٹکڑے انہوں نے اسی طرح کھائے، مجھے پیاس لگی تھی اس لئے پہلے دو گلاس پھلوں کا رس پیا، چند دانے انگور کے لئے اور پھر پیالے میں چا، انڈیلی آڑو بہت اچھے تھے لیکن میں نے اب تک ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی تھی اس خیال سے کہ پہلے کھانا کھا لوں، لیکن کھانے کا کوئی ذکر نہیں ناچار ایک آڑو لیا نہایت خوش ذائقہ اور رسیلا، کوئی آدھ گھنٹے بعد شوربے کا بڑا پیالہ سامنے آیا جس میں گوشت کی ایک بڑی بوٹی کے ساتھ ٹماٹر اور گاجر کے ٹکڑے بھی تھے اور اوپر سے ہری دھنیا کی پتی بھی۔ یہ گویا سوپ تھا جو کاسہ بھر تھا، میں نے اسے آداب

طعام کے خلاف سمجھا کر پیالے میں کچھ رہنے دوں پھر اس کے بعد ایک طویل وقفہ، ناچار پھلوں سے وقت گذاری کرتا رہا، کافی دیر بعد گرم گرم تکے کباب کی تین تین سیخیں ہم کو ملیں بہت لذیذ، اچھے بھنے ہوئے، سیخ کو ایک طرف سے پکڑیئے اور آہستہ آہستہ کھاتے رہیے میں نے ایسے عمدہ کباب پہلے کبھی نہ کھائے تھے بس لطف آگیا میں سمجھا کہ اب معاملہ ختم ہے اسلئے پھلوں کی طرف توجہ کی، لیکن دس پندرہ منٹ کے بعد دیکھا کہ پلاؤ چلا آرہا ہے میں نے ہمت ہار دی قریب ہی شرف الدین صاحب تشریف فرما تھے ان سے کہا کہ بھئی میں ازبک نہیں شکست تسلیم کرتا ہوں اور ہتھیار ڈالتا ہوں بولے ایسا نہ کرنا یہی تو خاص مہمانی کھانا ہے مہمان پلاؤ نہ کھائے ازبک برداشت نہیں کر سکتا تھوڑا سا لے لو اور یاد رکھو کہ اس کے بعد آئس کریم ہوگی، میں نے پلیٹ میں تھوڑا سا پلاؤ لیا اس میں کشمش بھی تھی پلاؤ لذیذ تھا، لیکن چاول موٹا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ وہاں باریک چاول نہیں ہوتے، یہی سب سے اچھی قسم ہے میں نے دیکھا کہ لوگ پلاؤ کے ساتھ بھی خاصا انصاف کر رہے ہیں لیکن میں نے ناانصافی ہی میں عافیت سمجھی یہ دور ختم ہوا تو آئس کریم آئی اور خدا خدا کرکے کھانے کا آخری مرحلہ بھی طے ہوا، پھر بھی چائے کا دور جاری رہا، اس طرح کوئی دو پونے دو گھنٹے میں لنچ کا سلسلہ ختم ہوا میں نے کھانے کی تفصیل کو جان بوجھ کر طویل کر دیا ہے اس لئے کہ میں چاہتا تھا کہ وسط ایشیا کی معاشرتی زندگی کے ایک خاص پہلو کی جھلک آپ بھی دیکھ لیں، اس لنچ کے بعد میں نے سمجھ لیا کہ سب دعوتیں اسی طرح ہونگی، آئندہ ہر موقع پر میں اپنے ذہن میں انتخاب کر لیتا تھا کہ یہ کھاؤں گا اور وہ نہیں کھاؤں گا کیونکہ مجھے بہر حال ہندوستان اپنے بال بچوں میں واپس آنا تھا البتہ پلاؤ سے کہیں مفر نہ تھی ضرور لینا پڑتا تھا چاہے چکھنے ہی کی حد تک"

ابھی اوپر ذکر کیا گیا کہ امام بخاری کے نام پر قائم کئے گئے اس مدرسہ میں بخارا کے مدرسہ میر عرب کے فضلاء جو کسی فن میں تخصص کے خواہاں ہوتے ہیں، داخل ہوتے ہیں، یہاں تعلیم کی مدت چار سال ہے جبکہ مدرسہ میر عرب میں سات سال ہے، بخارا کے اس مدرسہ میں جو طلباء داخل ہوتے ہیں ان کی تعلیم پہلے ہی سکنڈری اسکول تک ہو چکی ہوتی ہے اور چونکہ اسکنڈری اسکول میں کسی قسم کی مذہبی تعلیم کا انتظام نہیں ہوتا اس لئے اکثر بچے اپنے والدین کی خواہش پر گھر پر کسی معلم سے مذہبی تعلیم حاصل کرتے ہیں اس لئے مدرسہ میر عرب میں وہی طلباء آتے ہیں جنہیں اپنی سکنڈری سکول کی تعلیم کے دوران مذہبی تعلیم سے رغبت یا مناسبت ہوتی ہے داخلے میں بھی انتخاب کا ایک معیار ہوتا ہے مجھے بتایا گیا کہ یہ مدرسہ پندرھویں صدی میں قائم ہوا تھا اور عرصہ تک اس کی رونق اور علمی شہرت رہی، پھر یہ ویران ہو گیا اور یہاں صرف اللہ کا نام باقی رہا، اور یہ اسی نام کی برکت ہے کہ کعبہ کی پاسبانی کے لئے صنم خانے ہی سے لوگ مل گئے آج یہ مدرسہ آباد ہے اور یہاں ایک نئی طرز کی زندگی نظر آتی ہے مختلف سوویٹ جمہوریتوں سے جو نوجوان یہاں آتے ہیں وہ اس مقصد سے یہاں آتے ہیں کہ وہ اپنی پوری زندگی دین اسلام کی خدمت میں کھپا دینگے، سوویٹ یونین ایک ایسا ملک ہے جہاں کوئی شخص بیکار نہیں رہ سکتا کام بہر حال اسے ملیگا اور کوئی نہ کوئی کام اسے کرنا ہوگا، اس لئے وہ نوجوان لائق صد ستائش ہیں جو جدید زندگی کی تابناکیوں کو چھوڑ کر اور ان کی طرف سے منہ موڑ کر اور "دانشور" کا فیشنیبل لقب قبول نہ کرکے، عالم، امام، اور خطیب بننا پسند کرتے ہیں، مدرسہ میر عرب میں اتنے ہی عالم، قاری، خطیب اور امام تیار کئے جاتے ہیں جتنی کہ سوویٹ یونین کے مسلمانوں کی ضرورت ہوتی ہے اور چونکہ پرانی مسجدوں کے کھلنے اور آباد ہونے کی اور نئی مسجدوں کے تعمیر ہونے کے سبب ضرورت بڑھ رہی ہے، حضرت مفتی صاحب نے مجھے جب یہ بات بتائی تو میں نے کہا کہ یہ بہت مناسب ہے اور سوویٹ یونین کے مخصوص حالات کے پیش نظر جہاں سب کو اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق کوئی نہ کوئی کام کرنا پڑتا ہے، منصوبہ بند مذہبی تعلیم کا طریقہ ہی وہاں کے مسلمانوں کے لئے مفید ہوگا مدرسہ میر عرب ہو یا امام بخاری مذہبی ہائر اسکول، دونوں جگہ تعلیم کا معیار اونچا ہے اور دوسرے ملکوں کے علماء اور مذہبی تعلیم کے معیاری ادارے انہیں اچھی نظر سے دیکھتے ہیں، یہاں کے جن علماء سے میری ملاقات ہوئی انہیں میں نے دوسرے ملکوں کے علماء کے علم اور دینی فراست کا قدر دان پایا اور انہوں نے بتایا کہ وہ اپنے مدرسوں کے ذہین اور باصلاحیت طلباء کو دنیائے اسلام کے ممتاز علماء کے پاس مشہور درسگاہوں میں

بھیجتے رہتے ہیں، چنانچہ آج بھی ان کے یہاں
کے طلبار قاہرہ، دمشق، اردن، لیبیا، مراکش
وغیرہ میں موجود ہیں، ان کے مسلم مذہبی بورڈوں
میں اس وقت کئی ایسے حضرات اچھے عہدوں
پر فائز ہیں جنہوں نے مصر، دمشق، اور لیبیا
کی اعلیٰ درسگاہوں میں تعلیم حاصل کی ہے،،
مدرسہ میر عرب میں جن علوم کی تعلیم ہوتی ہے
وہ یہ ہیں، عربی زبان و ادب، فارسی زبان
، قرآن (تجوید و تفسیر) فقہ و اصول فقہ، حدیث
ان کے علاوہ اس مدرسہ میں طلبار کو تاریخ
اسلام، ازبک زبان و ادب، جغرافیہ، علم اقتصاد
سیاسی، سماجی علوم اور روسی زبان، ان سیکولر
علوم کی تعلیم آج کے زمانے میں وہ مذہبی تعلیم
کے ساتھ ضروری تصور کرتے ہیں، مجھے جب
یہ بات معلوم ہوئی تو بہت خوشی ہوئی
اور میں نے اس نصاب تعلیم کے مرتب کرنے
والوں کی روشن خیالی اور روشن ضمیری دونوں
کی داد دی، اس کانفرنس کے موقعہ پر مختلف
سوویٹ جمہوریتوں سے جو امام، خطیب یا مسلم
مذہبی اداروں کے نمائندے آئے تھے ان میں
وہ بھی تھے جو کئی سال پہلے مدرسہ میر عرب
کے طالب علم رہ چکے تھے اور وہ بھی جو ابھی گذشتہ
سال فارغ ہوئے ہیں یا جو وہاں زیر تعلیم
ہیں، میں نے دیکھا کہ ان میں سے ہر شخص میں
عربی کی لیاقت بہت اچھی ہے، وہ عربی روانی
سے بولتے ہیں، فارسی زبان سے بھی واقفیت
رکھتے ہیں، اپنی مادری زبان ازبک، تاجیکی،
آذربائیجانی، یا ترکی وغیرہ تو جانتے ہی ہیں،
روسی زبان پر بھی قدرت رکھتے ہیں اور کئی
ایسے تھے جو ... بھی جانتے تھے، میں نے
... رل ایجوکیشن بھی معقول ہے

اس احساس کے ساتھ مجھے اپنے ملک کے عربی
مدارس کے طلبار یاد آرہے تھے اور وہ بھی جو
جدید طرز کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل
کر رہے ہیں، جدید اور قدیم دونوں قسم کی
تعلیم گاہوں کے اساتذہ کی تصویریں بھی
نگاہوں کے سامنے تھیں اور خود اپنا حال
بھی، سوویٹ جمہوریتوں میں آج ایک عالم
کم از کم چار زبانیں جانتا ہے، اس کا مطلب
یہ ہے کہ وہ ان چار زبانوں کے ذریعہ چار تہذیبوں
اور ان کی خصوصیات سے واقف ہو سکتا
ہے اور اس کا ذہنی افق کافی وسیع اور روشن
ہے،

امام بخاری مذہبی اسکول کے صحن سے
نکلے تو ہم لوگ امام ابو بکر محمد بن اسماعیل
قفال شاشی کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے
علامہ قفال کو قفل بنانے کے فن میں کمال
حاصل تھا اسی لئے قفال کے لقب سے مشہور
ہوئے گیارھویں بارھویں صدی عیسوی
کے علماء کبار میں ان کا شمار تھا، انہوں
نے دور دراز کے مقامات کی سیر کی تھی اور
حجاز و بغداد، خراسان و دمشق میں قیام کر کے
علوم دینیہ کی تحصیل کی تھی اور فقہ، اصول
فقہ اور علم حدیث کی دنیا میں اپنی تالیفات
کی وجہ سے بڑی شہرت رکھتے تھے ان کے
شاگردوں کی تعداد خاصی تھی، ان کی کتاب
محاسن الشریعۃ،، مشہور ہے اس کا ایک
قلمی نسخہ بمبئی میں موجود ہے، شاشی ہی
کی مزار کے قریب مفتی الشان بابا خان
ابن عبد المجید خان کا مزار ہے جن کا انتقال
۱۹۵۷ء میں ہوا، وہاں اور بزرگوں کے
مزارات بھی ہیں، جگہ نہایت صاف اور
ستھری ہے اور چاروں طرف سیب آڑو
اور دوسرے پھلوں کے بہت سے درخت
ہیں انگور کی بیلیں بھی ہیں، درخت اور بیلیں
پھلوں سے لدی کھڑی تھیں اور ہر طرف ایک
دلآویز سکون کا سماں تھا،

اس علاقہ سے کوئی پونے پانچ بجے رخصت
ہوئے اور ازبک سوسائٹی آف فرینڈشپ
کے خوبصورت ہال میں پہنچے جہاں ہم لوگوں
کا استقبالیہ تھا، بیرونی ملکوں سے دوستی
اور ثقافتی روابط کو مضبوط کرنے کی غرض
سے یہ سوسائٹی قائم ہے اس کی صدر ایک
خاتون اقبال خاں توختا خوجا ہیں اچھے
قد و قامت کی خوبصورت خاتون جو نہایت
حلیم الطبع، متین اور پڑھی لکھی ہیں انہوں
نے ہمارا استقبال بڑی خندہ پیشانی سے
کیا اور خاصے لوازمات کے ساتھ عمدہ دم
کی ہوئی سبز چائے پلائی۔ پھر ایک مختصر اور
پر از معلومات تقریر کی، سبز چائے اور ایک
پر مغز تقریر، بس دن بھر کی تھکن دور ہوگئی
اور ہم لوگ تازہ دم ہو گئے، رخصت ہوئے
تو میں نے شکریہ ادا کیا، انہوں نے کہا کہ ہمارے
یہاں شکریہ یا تشکر کی بجائے "رحمت،،
کہتے ہیں، میں نے کہا کہ غالباً ازبکوں کے
یہاں "رحمک اللہ،، نے مخفف ہو کر
رحمت،، کی شکل اختیار کر لی ہے جواب تھا
، شاید،، لیکن بہر حال یہ لفظ ہمیں اس کی
رحمت کی،، یہ کہتے ہوئے اس نے ہاتھ سے
اوپر اشارہ کیا، یاد دلاتا ہے۔ میں نے سوچا
کہ دیکھئے کس طرح اسلامی اقدار ازبک تہذیب
کا جزو بن گئی ہیں،،

دوسرے دن کانفرنس کا دوسرا اسٹیشن تھا

جو ایک بجے ختم ہوا، اختتام ایک خوش الحان قاری کی قرأت کلام پاک پر ہوا جو تاتاری تھے اور مصر میں قرأت سیکھی تھی۔ قاری صاحب کی عمر زیادہ نہ تھی، انہوں نے سورۃ رحمان کی تلاوت کی اور اس انداز سے کہ گویا قرآن نازل ہو رہا ہے اور میں نے دیکھا کہ اگرچہ ان کی آنکھیں بند تھیں لیکن دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کی دو لکیریں نمایاں تھیں یا بقول غالب دو شمعیں فروزاں تھیں۔ اس خوبرو نوجوان قاری کے حسین چہرے پر یہ دو فروزاں شمعیں میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ تلاوت ختم ہوئی تو مفتی ضیاء الدین بابا خان نے رومال سے اپنی آنکھوں کی نمی خشک کی اور بڑے دل دوز انداز میں دعا کرائی جلسہ برخاست ہوا، میری زبان پر مولانا محمد علی مرحوم کا یہ مصرعہ تھا۔

"اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد"

ہمارا قافلہ وہاں سے روانہ ہوا تو شہر کے دوسرے سرے پر شیخ زین الدین کی مسجد میں اترا، یہاں ہم نے ظہر کی نماز ادا کی مسجد کے احاطہ سے متصل ایک سہروردی بزرگ شیخ زین الدین کا مزار اور مقبرہ ہے اور اسی کے ملحق قبرستان ہے، نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلے تو ایک جنازہ رکھا تھا، نماز جنازہ ہوئی اور میں نے بڑھ کر میت کو کاندھا دیا کئی ازبک بھائیوں نے میرا شکریہ ادا کیا۔ تھوڑی دور جنازہ کے ساتھ چلا لیکن مجمع چونکہ زیادہ تھا اور قد آور ازبکوں کی بھیڑ میں زخمی ہو جانے کا خطرہ تھا اسلئے پیچھے رہ گیا لیکن سب کچھ اسی طرح جیسے اپنے یہاں ہوتا ہے لوگ کلمہ پڑھ رہے تھے۔ میت کو کاندھا دینے کے لئے بیتاب تھے، پیچھے رہ کر میں نے قبرستان کی سیر کی اور فاتحہ پڑھ کر اصحاب مزار کو بخشا، یا قبرستان نہایت سلیقے کا، صاف ستھرا، روشیں بنی ہوئیں، کہیں کہیں پھولوں کے تختے اور سارے قبرستان پر پھلدار درختوں کا سایہ، روشوں کے ساتھ ساتھ پانی کی چھوٹی رواں نہریں اس پوری فضا کا میرے دل پر بہت اثر ہوا، میں نے سوچا کہ کیسے خوش نصیب ہیں یہاں کے مرنے والے بھی کہ ایسی خوشنما جگہ سوتے ہیں جہاں نہریں بھی ہیں اور انواع واقسام کے پھلدار درخت بھی گویا اس دنیا سے رخصت ہوئے تو بظاہر سیدھے جنت میں پہنچے آگے خدا کی رحمتوں کا کوئی شمار نہیں وہ بے پناہ ہیں اور خدا ہی کو اس کا علم ہے۔

یہاں ایک بات اور بتادوں، سوویٹ یونین میں مسلمانوں کے چار مذہبی بورڈ ہیں ایک مسلم مذہبی بورڈ، سوویٹ یونین کے یورپین حصے اور سائبیریا کیلئے (صدر دفتر اوفا میں) دوسرا مسلم مذہبی بورڈ شمالی قفقاز اور داغستان کے لئے (صدر دفتر بونقسک میں) تیسرا مسلم مذہبی بورڈ ماورائے قفقاز کے لئے (صدر دفتر باکو میں) اور چوتھا مسلم مذہبی بورڈ وسط ایشیا اور قزاقستان کے لئے (صدر دفتر تاشقند میں) ویسے تو مسلمانوں کی ضلع وار انجمنیں ہیں اور حکومت انہیں تسلیم کرتی ہے ان انجمنوں کو جماعت کہا جاتا ہے جماعت جب ضابطہ کے مطابق بن جاتی ہے تو اسے قانون کے مطابق تعمیر مسجد کے لئے زمین کا ایک قطعہ ملتا ہے مسجد جب تیار ہو جاتی ہے تو امام خطیب کا تقرر ہوتا ہے اس تقرر میں مقامی جماعت کا مشورہ شامل ہوتا ہے لیکن تمام امام خطیب متعلقہ مسلم مذہبی بورڈ کے ماتحت ہوتے ہیں، درحقیقت یہی مذہبی بورڈ مسلمانوں کے مذہبی امور و رسومات کے نگران ہوتے ہیں، چونکہ سوویٹ یونین میں مذہبی اختلافات کا کوئی موقع اور گنجائش نہیں اس لئے سنیوں اور شیعوں کا مشترک بورڈ بھی ہے جیسے ماورائے قفقاز کا مذہبی بورڈ، یہ تمام مذہبی بورڈ مختلف مذہبی مسائل کو حل کرنے کے ذمہ دار ہیں یہ اماموں کا تقرر اور ان کے تبادلے بھی کرتے ہیں، مسلم انجمنوں (جماعتوں) کی سرگرمیوں کی سرپرستی بھی کرتے ہیں، مذہبی کتابیں شائع کرتے ہیں، نئی مسجدوں کی تعمیر میں مدد دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ" اور اپنی سرگرمیوں اور کارکردگی کے لئے مذہبی انجمنوں کی کانفرنس کے سامنے جواب دہ ہیں جو اختیارات کے اعتبار سے سوویٹ یونین کے مسلمانوں کا سب سے اعلیٰ ادارہ ہے،

مذہبی انجمنیں اور مذہبی بورڈ اپنا خرچ مسلمانوں کے عطیات سے پورا کرتے ہیں میں نے مسجدوں میں بڑے بڑے بکس بڑے دروازے کے ساتھ رکھے دیکھے جو مقفل تھے اصحاب خیر (اور ایسا لگتا ہے کہ ایسے لوگوں کی وہاں کمی نہیں) ہر روز اور خاص طور سے جمعہ کے دن اور عیدین کے موقع پر بڑی فراخ دلی سے اس بکس کی نذر کرتے ہیں، اور معلوم ہوا کہ خواتین بھی اپنے طور پر اس میں کچھ نہ کچھ ڈالتی ہیں اس طرح ہر ماہ مسجدوں میں خاصی بڑی رقم جمع ہو جاتی ہے زکوٰۃ سے بھی مذہبی بورڈوں کی خاصی آمدنی ہوتی ہے، مسجدوں، مدرسوں، اور مذہبی بورڈوں کا سارا خرچ انہیں آمدنیوں سے پورا ہوتا ہے اس سلسلے میں حکومت کوئی مداخلت نہیں کرتی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمۃ للعالمینی

تحریر قاضی قمر احمد صدیقی فاضل دیوبند، سٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

دنیا کی تاریخ اپنی ابتداء سے لیکر آج تک لاکھوں نامور مصلحین اور ریفارمروں کے بڑے بڑے ناموں کو اوراق کے سینے میں چھپائے ہوئے ہے، ہر ایک مصلح اپنی شان نرالی رکھتا ہے لیکن تاریخ کے ہی اوراق شاہد ہیں کہ ان مصلحین کے عمومی حالات میں ایک ہی رنگ جلوہ گر ہوتا رہا ہے کسی کی شان جلالی ہے تو اسکی تمام زندگی جنگ، جہاد، شدت، درشتی اور سختی سے خون چکاں نظر آتی ہے، دنیا کے متکبرین کی اور سرکشوں کی گردنیں جب اسکے سامنے جھکی ہوئی نظر آتی ہیں تو ان کے اوپر ایک تلوار بھی چمکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے جسکا قبضہ اس مصلح کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور کسی کی شان جمالی ہے تو اسکی ساری زندگی ترتیب زہد، خشیت، فروتنی، تواضع، سادھو پنے کی خاموش اور عاجزانہ مناظر کا تماشا گاہ بنی ہوئی ہے، سادھوؤں کا ایک گروہ اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کے مٹانے کے لئے ارباب اقتدار کی گردنیں اونچی اٹھی ہوئی رہتی ہیں، اور وہ اپنی پوزیشن کے خلاف سمجھتا ہے کہ کسی تشدد آمیز کاروائی سے ان ٹیڑھی گردنوں کو نیچے جھکا سکے، اگر اول کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کمزور دلی جماعت اسکی ہمراہی سے قاصر رہتی ہے، یا مصلح کی توقعات اسکی طرف مبذول نہیں ہو سکتیں اور اس کے پیرو درشتی اور سختی کے ہی خوگر ہوتے ہیں تو دوسرے قسم کے مصلحین کی تبلیغ کا یہ اثر یقینی ہے کہ دنیا کی زینت خشک زہد سے بدل جاتی ہے فقیروں کے ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے مدنیت اور اقتصاد کی انسان نوازی کو تباہ کر دیں اور متکبرین کی جماعت اصلاح یابی کی ابدی دولت سے محروم رہے حقیقتاً جلال و جمال کی دو شانیں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ بہادر عموماً اخلاق رحیمانہ سے خالی ہوتا ہے اور تواضع منش درویش بسا اوقات خودداری میں تکبر کی جھلک محسوس کرنے لگتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ دنیا اور اہل دنیا اس وقت تک عروج حاصل نہیں کر سکتے جبتک رحم و کرم کی خنکی اور ترواٹ کے ساتھ قہر و غضب کی کچھ خشونت اور حرارت بھی اس کے ہمراہ نہ ہو۔ آج ہم تاریخ کی سچی شہادتوں کی روشنی میں نہایت بلند آہنگی سے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ان دو متبائن اوصاف کے کامل اجتماع کا اعجاز اگر دنیا نے دیکھا ہے تو وہ صرف رحمت دو عالم سرور کائنات مقنن اعظم نبی البطحا کی ذات ستودہ صفات تھی جو ایک طرف اگر اعلائے کلمۃ اللہ میں متمردین کی سرکوبی، ظالم اور ستم کیشوں کی گردن زنی اور قہر و تکبر کے بلند اصنام کے لئے برق آتش فشاں کی شان رکھتی تھی تو دوسری طرف اس میں رحم و کرم، لطف و رافت، نرمی، وسعت اخلاق، چشم پوشی فروتنی، خدمت خلق، رفاہ عام کے وہ دل کش گلشن تھے کہ دنیا چودہ صدیوں کی گردش کے بعد بھی ان کی مہک کو نہ مٹا سکی اور نہ مٹا سکے گی، اور جس کے متبعین نے چند سالوں کے اندر انقلاب پیدا کر دیا اور قیصر و کسریٰ کی بڑی بڑی سلطنتوں کو پاش پاش کر دیا، جب رحم و رافت پر آتا ہے تو ایک دریائے بیکراں جسکی موجوں کی کوئی حد نہیں ہوتی، ایک موسلا دھار بارش ہوتی ہے جس کے تقاطر رحمت کا انقطاع ممکن نہیں ہم ذیل میں چند مثالیں اسی وصف اعلیٰ و افضل کے مظاہر کی پیش کرتے ہیں،،

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب،،

دشمنان اسلام میں ابوجہل کے بعد ابوسفیان کی شخصیت سے کون واقف نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اذیت دہی میں کونسی کسر اٹھا رکھی تھی اس نے تمام عرب کو آپ کی مخالفت پر کمربستہ کر دیا۔ احد ہو یا احزاب، حدیبیہ ہو کہ دوسرا مقام ہر جگہ کفر کا کاندا [illegible] ہے، اس

نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو صفحہ ہستی سے ملیامیٹ کرنے کے واسطے قسمیں کھا رکھی تھیں اور وہ دن رات اپنے ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کوشاں نظر آتا ہے، سینکڑوں مسلمانوں کو اسکی عیاریوں کے باعث جام شہادت نوش کرنا پڑا، فتح مکہ ۸ھ تک وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور اسلام کی بیخ کنی میں سرگرم عمل رہا، لیکن جب مکہ فتح ہوا تو وہی ابوسفیان عالم بیکسی میں بارگاہ رسالت میں نادم ہو کر حاضر ہوا، حضرت فاروق اعظم نے گردن مارنے کی اجازت طلب کی، لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم سے فرمایا کہ آج رحم و کرم اور عفو کا دن ہے ابوسفیان کو امن عطا فرمایا، اگلے روز ابوسفیان خود حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان عمیم صرف ابوسفیان تک محدود نہ رہا بلکہ دریائے رحمت کی لہریں آگے بڑھیں اور ارشاد فرمایا،

۱، جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو وہ محفوظ"،

۲، جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہوگا وہ امن میں ہے"،

جو شخص مقابلے سے ہاتھ روکے وہ امن میں ہے

۴، جو شخص ابورواحہ کے جھنڈے کے نیچے آجاوے مامون ہے،

۵، جو شخص اپنے گھر میں گھس کر دروازہ بند کرے امن میں ہے

۶، جو شخص ہتھیار ڈالدے وہ مامون ہے

۷، جو شخص خانہ کعبہ میں چلا جاوے اسے امن دیا جاوے"

۸، بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جاوے

۹، مجروح کو امن ہے،

۱۰، قیدی کو قتل نہ کیا جاوے"،

وہی اہل مکہ جو ابوسفیان کی ظالم فوج کے خونخوار سپاہی تھے اور مسلمانوں کے مقابلے پر ہر وقت ہتھیار سنبھالے رہتے تھے، آج جبکہ وہ مفتوح اور بے بس تھے اور فاتح کو حق تھا کہ عام دستور کے مطابق قتل عام کا حکم دے، عورتوں کو باندیاں بنائے، بچوں کے گلے میں غلامی کا طوق ڈالدے، اب منتظر تھے کہ خدا کا سخت عذاب جس کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ کیا کرتے تھے آج ہی نازل ہو کر رہیگا، اور ہم لوگ شام تک صفحہ ہستی سے مٹا دیئے جائینگے، مگر تاریخ عالم کے خلاف اس تاریخ ساز انسان کامل کی طرف سے اعلان صادر ہوتا ہے، لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا انتم الطلقاء"،

آج تم پر کوئی عتاب و سرزنش نہیں جاؤ سب آزاد ہو"

لیکن آٹھ مرد اور چار عورتیں اس عام معافی سے مستثنیٰ قرار دیدئے گئے، ارشاد ہوا ان میں سے جو جہاں ملے قتل کردیا جاوے آخر ان میں سے بھی اکثر کو معافی دیدی گئی، اور وہ سب مشرف بہ اسلام ہوگئے آپکو معلوم ہوگا کہ ابوسفیان نے علاوہ جنگی کارروائیوں کے مکر سے بھی آپ کے قتل کی سازش کی ہ ایک شخص کو زہر میں خنجر بجھا کر دیا لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شرارت کی خبر بذریعہ وحی الہی دیدی گئی آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ یہ شخص برے ارادے سے آیا ہے حضرت اسید بن حضیر رضہ نے جب اس شخص کی جامہ تلاشی لی تو خنجر برآمد ہوا، لیکن نبی رحمت نے اسکو معاف فرمادیا"، صفوان بن امیہ بھی آپ کا جانی دشمن تھا فتح مکہ کے موقعہ پر جدہ بھاگ گیا، عمیر بن وہب نے اسکی سفارش کی اور آپ نے صفوان کو امن مرحمت فرمایا اور علامت کے طور پر وہ عمامہ مبارک جو آپ نے فتح مکہ کے موقعہ پر زیب سر فرمایا ہوا تھا عمیرؓ کو کو عنایت فرمایا، حضرت عمیرؓ جدہ جاکر صفوان بن امیہ کو امن کی خوشخبری ان الفاظ میں سناتے ہیں"

انہ احلم الناس واوصلھم"،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حلیم اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں، صفوان بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے ہیں اور اسلام کے بارہ میں غور و خوض کرنے کے لئے دو ماہ کی مہلت طلب کرتے ہیں لیکن رحمت عالم انکو چار ماہ مہلت دیدیتے ہیں، یہ تو مزید اطمینان قلبی کے بہانے تھے اب شہید عشق کے لئے ایک لمحہ بھی انتظار کرنا قیامت سے کم نہ تھا، صفوان فوراً اٹھے اور رسالت مآب کے سامنے کلمہ شہادت پڑھکر حلقہ بگوش اسلام ہوجاتے ہیں"، ، عکرمہ بن ابی جہل اپنے باپ کی طرح آپ کے ساتھ بے حد عداوت رکھتا تھا، حضور کی تکلیف دہی میں اپنے والد سے بھی چند قدم آگے تھا، فتح مکہ کے دن بھی اس کے ارادے برے تھے کہ حضور پر حملہ کردوں لیکن فتح مکہ کے بعد جب اسے معلوم ہوگیا کہ شاہی دربار سے تیرے قتل کا حکم صادر ہو چکا ہے وہ مکہ سے بھاگ گیا، اسکی بیوی ام حکیم مسلمان ہوگئیں تھیں وہ حضور علیہ السلام سے اپنے

شوہر کے لئے امن کی طالب ہوئیں آپ نے
امن دیدیا اور فرمایا کہ عکرمہ آرہا ہے اسکو امن
اور اسکا قصور معاف کردیا گیا ہے ''
عکرمہ کشتی میں سوار ہوئے ہوا مخالف تھی
ملاح نے کہا کہ "ایک وحدہ لا شریک" کو پکارو
عکرمہ نے کہا کہ ہمارے معبود ان کوئی مدد
نہیں کرینگے، ملاح نے کہا بالکل نہیں''

فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین فلما نجٰھم الی البر اذا ھم یشرکون ۝

پس جب وہ سوار ہوتے ہیں کشتی میں تو وہ
پکارتے ہیں اللہ کو خالص کرتے ہوئے اس کے
لئے دین کو، پھر جب وہ نجات دیدیتا ہے
انکو خشکی کی طرف تو وہ اسی وقت اسکے شریک
ٹھرانے لگتے ہیں''
عکرمہ نے اللہ سے دعا کی یا اللہ تیرا سچا رسول
بھی یہی فرماتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مشکل کشا
نہیں یہاں سے نجات مل گئی تو تیرے رسول
کی خدمت میں حاضر ہو کر غلامی اختیار کرونگا
ہوا ابر مخالف اور تیز ہوتی گئی کشتی واپس
جدہ آکر رکی عکرمہ اتر کر سیدھے مکہ معظمہ کا
ارادہ کیا ام حکیم مکے سے باہر راستے پر منتظر
کھڑی ہیں عکرمہ نظر آئے تو فرمانے لگیں

جئتك من عند احلم الناس ۝ واوصلھم واکرمھم''

میں ایک ایسے حلیم وکریم کے پاس سے آئی ہوں
جو سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہے
آپ نے تجھے امن دیدیا ہے، عکرمہ یہ سن
کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، محسن
خلائق صلی اللہ علیہ وسلم عکرمہ کو دیکھکر اس
کے استقبال کے واسطے اس قدر جلدی اٹھے
کہ آپ کے دوش مبارک سے رداء بھی
گر گئی اور آپکی زبان مقدس سے
"مرحبا بالراکب المھاجر" کے
الفاظ نکلے، ای ہجرت کرنے والے سوار
خوش آمدید، عکرمہ اسی وقت مسلمان
ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اسلام
سے بہت ہی مسرور ہوئے، حضرت
عکرمہ جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب سے
لڑتے ہوئے شہید ہوئے ''
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

بقیہ : احادیث الرسولؐ

در اصل جاہلوں کے معاملہ میں
آپؐ کا یہی طرز عمل تھا اور
اسی کا آپؐ نے لوگوں کو حکم
دیا۔ قرآن حکیم میں سورۂ فرقان
کے آخری رکوع میں "عباد الرحمٰن"
(اللہ کے بندے) کی علامات میں
ایک بات یہ بھی ہے کہ جب
جاہلوں سے پالا پڑے تو اللہ
کے بندے کا یہ کام ہے کہ
وہ "سلام" کر کے ایک طرف
ہو جائے۔

بہر حال جاہلوں سے اعراض
اور انہیں معاف کر دینا ہی
کمال اخلاق کی دلیل ہے اور
مآل کار اسی میں فائدہ ہے اور
اسی کے نتائج اچھے نکلتے ہیں۔

ان احادیث کا خلاصہ
اور لب لباب یہی ہے۔
بصورت دیگر بات بات پر
لڑائی اور جھگڑا ہوگا جس سے
معاشرہ تباہی کا شکار ہو جاتا
ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے۔

بقیہ : امام بخاریؒ . . . . . .

مؤذنوں اور اماموں کی تنخواہیں معقول ہیں
اور سرکاری دفاتر اور کارخانوں وغیرہ میں اوسط
اجرت کا جو معیار ہے تقریباً اس کے مساوی
۔ سماج میں ان کی ایک حیثیت اور ان کا بہت
احترام ہے یعنی ہمارے ملک سے بالکل مختلف
صورت حال ہے، ہمارے یہاں تو ان کا مرتبہ عملاً
قل اعوذیوں کا سا ہے اور اس کی ایک خاص
وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں کوئی نظام نہیں ہے
محلہ یا گاؤں کا ہر شخص امام اور مؤذن کو اپنا
خادم ہی تصور کرتا ہے اور ایسا انداز اختیار
کرتا ہے کہ گویا ان کا رازق وہی ہے''

زمینداری کا شرعی نظام

"حضرت مولینا سید امین الحق صاحب شیخوپورہ"

مشروعیت مزارعت کی دلیل

جن حضرات کو زمینداری کی مشروعیت کا دعویٰ ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیبر کی زمین میں یہود کے ساتھ نصف بٹائی پر معاملہ کیا تھا۔ اور ان کو گمان ہوتا ہے کہ خیبر میں یہود کے ساتھ حضور کا معاملہ مزارعت کا معاملہ ہے اسی فاضل نے لکھا ہے کہ،

"یہ عہد نبوت و خلافت کے مشہور ترین واقعات میں سے ہے اور انکی صحت میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اس میں صاف طور پر موجود ہے کہ حضور نے خود بٹائی پر زمین کاشت کے لئے دی ہے اپنی طرف سے بھی اور حکومت کی طرف سے بھی اور ان پندرہ سو افراد کی طرف سے بھی جنکا حصہ خیبر میں تھا اس طریقہ پر آپ اپنے آخری لمحہ حیات تک عامل رہے اور آپکے بعد شیخین کا عمل بھی یہی رہا کیا اسکے بعد کسی کو یہ گمان ہو سکتا ہے کہ اسلامی قانون میں بٹائی پر زمین کاشت کے لئے دینا ممنوع ہے (مسئلہ ملکیت زمین ص۱۰۸)

اس دلیل کی بنیاد تین باتوں پر ہے"

(۱) خیبر کی زمین کی تقسیم حضور نے غانمین پر کی

(۲) یہود کے ساتھ حضور کا معاملہ مزارعت کا تھا۔

(۳) حضور اور غانمین خیبر کی زمین کے مالک تھے

ان باتوں کے سمجھنے کے لئے خیبر کے واقعہ کی قدرے تفصیل کی ضرورت ہے قبل اس کے کہ یہ تفصیل آپ کے سامنے عرض کر دوں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ آیا زمین اموال منقولہ کی طرح، ایسی غنیمت ہے کہ جس کا تقسیم کرنا غانمین پر ضروری ہے یا یہ کہ زمین مفتوحہ کی تقسیم کا امام کو اختیار رہے، اگر امیر نے چاہا تو اس کو فوج پر تقسیم کر دے اور اگر اس نے مناسب سمجھا تو مفتوحہ زمین مفتوحہ ملک کے باشندوں میں رہنے دے اور ان پر خراج کو مقرر کر دے تاکہ اس مفتوحہ زمین کا استفادہ صرف جنگ میں شریک ہونیوالے فوجیوں کے لئے نہ رہے بلکہ موجود اور آنیوالے عامۃ المسلمین اس سے فائدہ اٹھائیں"

غیر منقولہ غنیمت

حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ مفتوحہ زمین ایسی غنیمت نہیں ہے کہ جس کا تقسیم کرنا ضروری ہے بلکہ امام کو اس میں اختیار ہے کہ اگر وہ مناسب سمجھے تو شریک جنگ فوجیوں میں اسکو تقسیم کر دے اور اگر مناسب سمجھے اور مصلحت کا تقاضا ہو تو اسکو وقف رکھے اور وقف کرنے کا معنی یہ ہے کہ ایک شخصی ملک اور تصرف کی بجائے عام قوم کے ملک میں رکھے تاکہ کفار کے مقابلہ پر کام آئے اور حکومت کی قوت و استحکام میں صرف ہو اور ابن قیمؒ نے اسکے دلائل ذکر کئے ہیں اگر چاہو تو زاد المعاد ص۶۹ ج۲ فصل فی بدیہ فی الارض المغنومہ کا مطالعہ کیجئے ابن قیمؒ نے فتح مکہ پر مزید بحث کرتے ہوئے پھر اس کا اعادہ کیا ہے کہ جمہور صحابہ اور صحابہ کے بعد جمہور ائمہ نے کہا ہے کہ زمین ایسی غنیمت نہیں ہے کہ اس کا تقسیم کرنا ضروری ہے خلفاء راشدین کا یہی عمل رہا ہے، حضرت بلال اور آپ کے رفقاء نے حضرت عمر سے بحث کرتے ہوئے کہا کہ آپ خمس لیکر باقی اراضی کو ہم میں تقسیم کر دیجئے مگر حضرت عمر نے ان کا کہا نہیں مانا اور کہا کہ زمین ایسا مال نہیں ہے کہ میں اسکو ضرور تقسیم کروں، ابن قیم کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے بہت ہی اچھا کیا اور محض اللہ نے آپ کو یہ توفیق دی کہ آپ اس پر قائم رہے اگر آپ اس کو تقسیم کرتے تو وہ غانمین کے وارثوں کو میراث میں پہنچتی، اور اس پر شخصی ملکیت قائم ہوتی اور اشخاص کو اس سے فائدہ پہنچتا، اور بچے اور عورتیں اس کے مالک ہو جاتے اور مسلمانوں کو جہاد میں مال کی ضرورت پڑتی اور ان کے پاس صرف کے لئے کچھ نہ ہوتا اور بچے اور عورتیں اس کا مقابلہ نہ کر سکتے اور حضرت عمر اس سے ڈر رہے تھے کہ اقتصادی کمزوری کی وجہ سے کفار کے مقابلہ میں کہیں مسلمان رہ نہ جائیں اور یہ مسلمانوں کے لئے اعظم فساد اور الجھن ہے اور حضرت عمر کی رائے کی بڑی برکت ہے کہ اس نے عامۃ المسلمین کو اس سے فائدہ

اٹھانے کا موقعہ بخشا اور مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا ہے کہ ان کی قوت کی حفاظت اور مالی بدحالی سے بچانے کا فاروق اعظم نے انتظام فرمایا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ضابطہ حیات میں ہمارے لئے تین مثالیں ہیں، قریظہ اور بنی نضیر کی غنیمت کو حضور نے تقسیم فرمادیا تھا اور مکہ کی زمین کو تقسیم نہیں فرمایا ہے اور خیبر کے بعض کو تقسیم فرمادیا تھا اور بعض کو عامتہ المسلمین کے استفادہ کے لئے محفوظ کردیا ہے (زاد المعاد ص ۱۱۷ ج ۲، فصل وفیہا البیان الصریح بان مکۃ فتحت عنوۃ)

ابوبکر رازی جصاص لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے جب مکہ فتح کرلیا تو صحابہ نے آپ سے عراق کی زمین کی تقسیم کا مطالبہ فرمایا حضرت زبیر اور حضرت بلال ان کے آگے آگے تھے تو ان کو جواب دیتے ہوئے حضرت عمر نے فرمایا اگر میں اس زمین کو آپ میں تقسیم کردوں تو آپ کے سوا دوسرے لوگوں کے لئے میرے پاس کچھ باقی نہیں رہیگا اور اس مغنومہ زمین میں اللہ نے صرف تمہارے لئے نہیں بلکہ تمہارے بعد جو آنے والے ہیں ان کے لئے بھی حق رکھا ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی (اور واسطے ان لوگوں کے جو آئے ان کے بعد سورۃ حشر) اور حضرت عمر نے حضرت علی اور دوسرے صحابہ سے بھی اس بارے میں مشورہ لیا تو انہوں نے بھی یہ رائے دی کہ آپ تقسیم نہ کیجئے اور شخصی وافراد کے ملک کی بجائے اس کو عامتہ المسلمین کے ملک اور استفادہ کے لئے محفوظ کردیں اموال منقولہ کی تقسیم کے حکم سے مغنومہ زمین کی تقسیم سے حکم سے مستثنیٰ ہے، مفتوحہ زمین میں امام کو اختیار ہے اگر مسلمانوں کی مصلحت اسی میں ہے کہ تقسیم کردی جائے تو اس کو اسکو تقسیم کرے اور اسکا خمس امام کے لئے ہے اور اگر مناسب یہ ہے کہ وہاں کے باشندوں کے پاس وہ زمین رہے تو امام اسکو تقسیم نہ کرے اور اسکو اسکے پرانے مالکوں کے پاس رہنے دے اور اس پر خراج مقرر کردے اور وہ اس کے مالک رہیں گے حضرت عمر کے ساتھ تمام صحابہ نے زمین تقسیم نہ کرنے پر اتفاق کیا اور قرآن شریف کی آیت سے احتجاج کے بعد حضرت عمر کے خلاف کوئی معترض نہیں ہوا اور اسلام متفق علیہ ضابطہ بن کر یہ ظاہر ہوا کہ مغنومہ زمین اور جنگی قیدی غانمین کے ملک نہیں ہوتے جب تک امیر نے کسی کو ان کا مالک نہیں بنایا ورنہ ان کے ملک کے خلاف حضرت عمر آیت سے استدلال نہ فرماتے اور تمام صحابہ غیر حق رائے پر حضرت عمر کے ساتھ اتفاق نہ فرماتے، سہل بن ابی حثمہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیبر کو آدھا آدھا کردیا تھا آدھا اپنی ضروریات ملی اجتماعی مصارف کے لئے متعین فرمایا اور نصف کو مسلمانوں میں ۸ حصوں پر تقسیم فرمادیا اگر خیبر کی زمین غانمین کی ملک ہوتی تو حضور اس سے آدھا ہرگز اپنے لئے الگ نہ کرتے اسلئے کہ خیبر جنگ سے فتح ہوا تھا اس میں سے حضور کو خمس لینے کا حق تھا، قرآن شریف کی آیت اور صحابہ کے اجماع اور سنت سے ثابت ہوتا ہے کہ مغنومہ زمین میں امام کو اختیار ہے کہ اسکو ان کے مالکوں کے ملک میں رہنے دے اور اس پر خراج مقرر کردے (احکام القرآن ص ۵۳۱ ج ۳، ص ۵۲۹، وص ۵۳۰)

اور امام ابویوسف لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے جب سواد کو فتح کیا تو آپ نے صحابہ سے مشورہ لیا حضرت عبدالرحمٰن کی رائے تھی کہ اسکو تقسیم کردیا جائے اور حضرت بلال بن رباح کی بھی یہی رائے تھی اور اصرار کے ساتھ تقسیم کا مطالبہ کررہے تھے اور حضرت عثمان اور حضرت طلحہ اور حضرت علی اور حضرت عمر رضوان اللہ علیہم کی رائے تھی کہ اسکو غانمین میں تقسیم نہ کریں بلکہ اسکو محفوظ کریں اور عامتہ المسلمین کے کام میں آئے اور کئی دن یہ بحث جاری رہی آخر ایک دن حضرت عمر نے فرمایا کہ میرے پاس قرآن شریف کی آیت دلیل ہے کہ میں اسکو تقسیم نہ کروں اور سورۃ حشر کی آیات تلاوت فرمائیں اور تمام صحابہ نے اتفاق کرلیا اور ان کی زمینیں ان کے ملک چھوڑ دی گئیں اور زمین میں خراج اور رؤس پر جزیہ مقرر فرمایا کتاب الخراج ص ۳۵، اور کتاب الخراج کے صفحہ ۳۶ پر لکھا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ اس کو مسلمانوں کے لئے خزانہ بنادیں اور کتاب الخراج کے صفحہ ۶۸ میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام نے مکہ فتح کیا اور غانمین میں اس کے املاک کو تقسیم نہیں فرمایا اور بنی قریظہ اور بنی نضیر جیسے اموال جنگ کے بغیر مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور وہ خالص حضور کے تصرف واختیار میں رہے اور مسلمانوں کا خزانہ بن کر عام مصالح میں صرف ہوتے رہے انکے اموال کو غانمین میں حضور نے تقسیم نہیں فرمایا اور خیبر کی زمین کو حضور نے تقسیم فرمادیا تھا امام کو مغنومہ زمین کی تقسیم کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں اختیار ہے حضرت عمر نے تمام مصر وغیرہ ممالک فتح کئے مگر ان کو موجودہ مسلمانوں اور آنے والے مسلمانوں کے مفاد کے لئے محفوظ کردیا تھا تاکہ ملک اور

اور قوم کو اقتصادی بدحالیوں کا شکار نہ ہونا پڑے
کتاب اور سنت صحابہ اور فقہاء کی تصریحات
سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مغنومہ زمین غنیمت
ضرور ہے مگر فوجیوں کو جو اس جنگ میں شریک
تھے اس کا مالک بنانا امام کے اختیار میں ہے
اگر اس نے چاہا تو اس کو مالک بنادے اور
اگر امام نے چاہا تو پرانے مالک اس پر قابض رہیں گے
اور ان سے خراج لیا جائیگا، نیز اس سے یہ حقیقت
بھی سامنے آگئی کہ مفتوحہ زمین سے غنیمت ہونے
کے باوجود غانمین کو اس پر ملک اور قبضہ سے
روکا جاسکتا ہے یعنی زمین غنیمت کے قانون میں
مال غنیمت ہے مگر ملک اور تصرف کے ضابطہ میں
غانمین کی بجائے مفتوحہ باشندوں کا اس پر ملک
قائم کردیا گیا اسی طرح قانونِ وراثت میں سینکڑوں
اور ہزاروں ایکڑ رقبہ ایک شخص کے ملک اور قبضہ
میں آسکتا ہے مگر زراعت کے قانون میں ایک
محدود رقبہ کے سوا جو اس کی معاشی ضروریات
سے زائد اور اس کے عمل و محنت کے دائرہ سے
باہر ہے ایک زمیندار کو اس سے استفادہ
کرنے سے روکا جائیگا، اسی طرح بیع و شراء
کے قانون میں ایک آدمی جس قدر چاہے زمین
کا رقبہ خرید سکتا ہے مگر زراعت کے ضابطہ میں
ایک محدود رقبہ سے اسکو استفادہ کرنے کا حق
دیا جائیگا، زراعت کے قانون نے اس کے اس
ملک کو ضائع نہیں کیا ہے جو بیع و شراء وراثت کے
قانون نے اسکو دیا تھا بلکہ قانون مزارعت نے
اسکے استفادہ کے حق کو محدود رقبہ کے ساتھ
مخصوص کردیا ہے،
تعجب ہوتا ہے کہ ایک نامور فاضل کو قانون مزارعت
قانون وراثت، اور قانون بیع و شراء میں کیوں
صریح تناقض نظر آتا ہے آپ سوچ لیجئے کہ

صحابہؓ کے اس مجمع میں زیر بحث مسئلہ پر حضرت
معاذؓ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ امیر المومنین
آپ وسیع پیمانہ پر ایسی تدبیر کیجئے کہ موجودہ
اور آنے والے مسلمانوں کے لئے یہ مغنومہ
زمین مشترک اور برابر کی دولت رہے
فتح الباری ج۶ ص۱۲۰)
اور حضرت علیؓ نے کہا تھا کہ اس کو قومی دولت
بنائیے" اور حضرت عمرؓ نے تقریر کرتے ہوئے
کہا کہ اگر ایسے آنے والے لوگوں کا مجھے خیال نہ
ہوتا کہ وہ سب کے سب برابر کے غریب
ہونگے تو جس بستی کو میں فتح کرتا تو اس کو
تقسیم کرتا جیسے کہ حضورؐ نے خیبر کو تقسیم کردیا تھا
میں اس مغنومہ زمین کو قومی خزانہ بناکر چھوڑنا
چاہتا ہوں، بخاری ص۶۰۹ غزوہ خیبر،
اور حضرت زبیرؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ اور
بلال بن رباحؓ برابر اپنے مطالبہ پر اصرار فرما
رہے تھے مگر جب حضرت عمرؓ نے قرآن کی آیت
پڑھی اور اس کا مطلب کھول کر واضح کردیا
تو پھر اس کے خلاف کسی کی آواز نہیں اٹھی
اور تمام صحابہ نے اسکو تسلیم کرلیا جسکے لئے
حضرت عمرؓ قرآن شریف کی آیت پڑھ کر استدلال
میں سناتے تھے کیا آپ گمان کرسکتے ہیں کہ
جس حقیقت قرآنی پر صحابہؓ کا اتفاق ہو رہا ہے
کہ مغنومہ زمین کو عامۃ المسلمین کا خزانہ بنانا
چاہیئے، آیا حضور نے خیبر کی زمین کو اشخاص
و افراد کے ملک میں دیکر قرآن شریف کی اس
حقیقت واقعی کو دانستہ نظر انداز کردیا تھا
اگر حضور نے خیبر کی مغنومہ زمین کو اشخاص
و افراد میں تقسیم کردیا تھا تو اس کا مطلب یہ
ہوگا کہ قرآن شریف کا منشاء کچھ اور تھا جسکو حضور
عمر اور صحابہؓ نے سمجھا تھا مگر استغفر اللہ
حضور اس سے الگ ہوگئے تھے"،

بقیہ: وصف لازم ۔۔۔

وہ ولداً کی صفت ہے اور معنی یہ ہو جاتے
ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہیں کہ کوئی ان
کا ایسا بیٹا ہو کہ آسمان و زمین سب چیزیں
اس بیٹے کی ملک ہوں یعنی بیٹے سے وہ پاک
تو ہیں لیکن ایسی اولاد سے پاک نہیں ہیں
جو آسمان و زمین کی مالک ہو اور جو اولاد
ایسی نہ ہو اس سے پاک نہیں، یعنی با اختیار
اولاد تو ثابت نہیں ہاں بے اختیار اولاد اللہ
پاک کے لئے بھی ہے،" اور ولداً پر وقف
کرنے سے بعد کے جملہ کا مستانفہ ہونا واضح
ہو جاتا ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ حق تعالیٰ
شانہٗ ہر طرح کی اولاد سے پاک ہیں، با اختیار
سے بھی اور بے اختیار سے بھی اور آسمان
و زمین کی سب چیزیں خاص اللہ ہی کی ملک ہیں
پھر انہیں اولاد اختیار کرنیکی ضرورت کس
لئے پیش آسکتی ہے

وقفِ لازم کی نحوی و معنوی تشریح

محترم جناب حضرت مولانا قاری محمد تقی الاسلام صاحب مقیم ریاض (سعودی عرب)

سورۃ آل عمران : اس سورت میں تین جگہ وقف لازم ہے،

۱ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ م ع۱۰ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ اس کے بعد جو وَالرّٰسِخُوْنَ ہے وہ الا اللہ پر معطوف ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ قرآن مجید کے متشابہات کی حقیقت کو اور ان کے اصلی معنی کو اللہ پاک بھی جانتے ہیں اور جو حضرات علم و معرفت میں پختہ ہیں وہ بھی جانتے ہیں، حالانکہ متشابہات اور ان کے اصل معنی حق تعالیٰ شانہٗ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور الا اللہ پر وقف کرنے سے والراسخون کی واؤ کا استینافیہ اور جملہ کا مستانفہ ہونا خوب واضح ہوجاتا ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوتے ہیں کہ متشابہات کی حقیقت کو صرف اللہ پاک ہی جانتے ہیں اور پختہ علم والے یہ کہتے ہیں کہ ہم تو متشابہات پر اس طرح ایمان رکھتے ہیں کہ متشابہات و محکمات سب کے سب ہمارے رب کے ہاں سے آئے ہیں"

۲ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ م ع۱۷ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ جملہ یستبشرون جو یحزنون کے بعد ہے وہ یحزنون کی ضمیر سے حال ہے اور معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ شہداء اس حالت میں غمگین نہ ہونگے کہ اللہ کی نعمت سے اور اس کے احسان سے خوش ہورہے ہونگے، یعنی خوش ہونے کی حالت میں غمگین نہیں ہونگے، حالانکہ حقیقی مراد یہ ہے کہ کسی حالت میں بھی اور کسی وقت میں بھی غمگین نہیں ہونگے اور یحزنون پر وقف کرنے سے جملہ یستبشرون کا مستانفہ ہونا اور پہلے جملے سے جدا ہونا خوب واضح ہوجاتا ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ شہداء غمگین بھی نہیں ہونگے اور اللہ پاک کی نعمت اور اس کے احسان سے خوش بھی ہورہے ہونگے / پس غم سے بری اور نعمتوں سے مالامال ہونگے

۳ وَنَحْنُ اَغْنِیَآءُ م ع۱۹ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ جملہ سنکتب بھی یہود کے بے ادبی والے جملے میں داخل ہے اور معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ یہود نے یہ کہا کہ اللہ پاک محتاج ہیں اور ہم دولت مند ہیں نیز ہم ان کی کہی ہوئی بات کو بھی لکھ لینگے پس لکھنا بھی یہود کے مقولہ میں شامل ہو جاتا ہے حالانکہ سنکتب سے حق تعالیٰ کا ارشاد اور یہود کی گستاخی و بے ادبی کا جواب شروع ہوتا ہے اور اغنیاء پر وقف کرنے سے جملہ سنکتب کا یہود کے مقولہ سے خارج اور اس سے جدا ہونا بالکل واضح ہوجاتا ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ یہود مذکورہ بالا بے ادبی والے قول کے مرتکب ہوئے اور اس پر حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ وعید اور دھمکی سنائی کہ ہم ان کے قول کو بھی لکھ لیں گے"

سورۃ النساء : اس سورت میں وقف لازم صرف دو جگہ ہے"

۱ لَعَنَهُ اللّٰهُ م ع۱۸ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ جملہ وقال لاتخذن جو اس کے بعد ہے وہ لعنہ اللہ پر معطوف ہے اور لاتخذن نعوذ باللہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اور معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ یہ مشرکین صرف اس شیطان مردود کی عبادت کرتے ہیں جس پر اللہ پاک نے لعنت کی ہے اور اللہ پاک نے یہ فرمایا ہے کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک حصہ کو اپنا بنالونگا حالانکہ یہ معنی بالکل حقیقی مراد کے خلاف ہے اور یہ بات خوب واضح ہے" لیکن لعنہ اللہ پر وقف کرنے سے وقال کی واؤ کا استینافیہ ہونا اور اس جملہ کا مستانفہ ہونا اور شیطان کا مقولہ ہونا واضح ہوجاتا ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ یہ اس شیطان مردود کو پوجتے ہیں جس پر اللہ نے لعنت کی ہے اور شیطان نے اس لعنت کے بعد یہ کہا تھا کہ میں آپ کے بندوں کا ایک حصہ اپنا بنالونگا پس وہ آپ کے بندے نہیں رہینگے بلکہ میرے بن جائینگے"

۲ اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ م ع۲۳ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ جملہ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو اس کے بعد ہے

(باقی ۲۲ پر)

مرحومین کا تذکرہ

حضرت بنوریؒ کے قلم سے

افسوس کہ حضرت مولانا سید فخر الدین احمد مراد آبادی رحمۃ اللہ کی وفات کا صدمہ ابھی تازہ ہی تھا کہ حضرت مولانا حبیب اللہ گمانی بہاول پوری کے صدمۂ وفات نے آنکھوں کو از سر نو اشکبار اور دل کو بیقرار بنا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہندوستان کا ایک علمی ستارہ غروب ہوا ہی تھا کہ پاکستان کا ایک درخشندہ کوکب بھی غروب ہو گیا اور اس طرح علمی انوار کے غائب ہو جانے کی وجہ سے دونوں ملکوں میں اندھیرا چھانے لگا۔

حضرت مولانا حبیب اللہ گمانی زہد و تقویٰ کے پیکر تھے تواضع و اخلاص کے مجسمہ تھے سادہ مزاج سادہ پوش سادہ نوش باخدا بزرگ تھے ایک عالم ربانی کی جو خصوصیات ہو سکتی ہیں ان کا بہترین مظہر تھے دار العلوم دیوبند کے مایۂ ناز فاضل تھے حضرت استاذ امام العصر محدث کشمیری مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ میاں والی (واں) بھچراں کے ارشد خلفاء میں سے تھے اپنے قصبہ گمانی میں ایک دینی درس گاہ کی بنیاد ڈالی تھی اپنے گھر سے تمام طلبہ کے لیے روٹی سالن پکواتے اور مہمانانِ رسول کو کھلاتے تھے پھر درس گاہ کے ابتدائی درجات کو وہیں چھوڑ کر علمی درس گاہ مدرسہ انوریہ کے نام سے حضرت الاستاذ امام العصر کے نام پر بمقام طاہر والی بہاول پور میں قائم کی تھی جو علمی و اخلاقی تربیت میں ممتاز تھی راقم الحروف کو چند لمحوں کے لیے حاضری کا اتفاق ہوا تھا۔ بارہا حج بیت اللہ الحرام اور زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل کیا اور وہاں کی تجلیات الٰہیہ اور نفحات نبویہ سے مالا مال ہوئے ہیں اس مادی دنیا میں اور اس پر آشوب زمانہ میں ایسے باخدا درویش صفت بزرگ عالم کا وجود دنیائے علم و عمل دونوں کے لیے سایہ رحمت ہوتا ہے ان کا باوقار وجود، سراپا اخلاص زہد و تواضع کی عظیم تمثال آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے جب مال اور حب جاہ کا غالباً خطرہ بھی ان کے دل پر نہ گذرتا ہو گا۔ اور ارباب قلوب کے لیے تو ان کی شخصیت اور باکمالات ہستی مقناطیس کا اثر رکھتی تھی راقم الحروف جب مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے بالکل ابتدائی دور میں غیر آباد مسجد کے گوشے میں درس صحیح بخاری دیا کرتا تھا تو مرحوم بارہا آتے اور درس میں بیٹھا کرتے تھے اس زمانہ میں سوء اتفاق سے کوئی تعارف و تعلق نہ ہو سکا۔ عرصہ دراز کے بعد ایک دن تعارف کرایا اور درس صحیح بخاری میں تشریف لانے کا ذکر فرمایا کرتے اس طرح راقم کا امتحان لیا گیا اور الحمد للہ کہ اپنے شیخ محترم کی جوتیوں کے صدقے اللہ تعالیٰ نے رسوا نہیں فرمایا۔

الغرض دور حاضر کے علماء کے امراض سے بالکل مبرا تھے اور علمی امراض بحث و جدال و مراء و ریاء سے بھی بالاتر تھے۔ دو تین ماہ سے علیل تھے ملتان کے نشتر ہسپتال میں زیر علاج رہے اور اپنے آبائی وطن گمانی میں واصل بحق ہوئے اور طاہر والی میں مدفون ہوئے۔ افسوس و صد افسوس کہ گلستان علم و فضل کے یہ بار آور پودے اکھڑ رہے ہیں اور نئے پودے لگ نہیں رہے ہیں اس طرح سفینۂ علم کے یہ ملاح تیزی سے سفر آخرت پر جا رہے ہیں یہ گلستان اجڑ رہا ہے اور ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ: اتخذ الناس رؤساً جھالاً فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا کا زمانہ تیزی سے آ رہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

○

افسوس کہ اسی ماہ میں مولانا گمانی کے بعد مولانا عبد العزیز صاحب ساہیوال والے انتقال فرما گئے مرحوم حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے خلیفہ مجاز تھے۔ تبلیغی سرگرمیوں سے بھی تعلق تھا۔ حضرت مولانا الیاس کے تبلیغی قافلوں میں ایک سال کا وقت گذارا اور انہی قافلوں میں انگلستان کا سفر بھی کیا تھا۔ تغمدہ اللہ برحمۃ واسعۃ وأفاض علیہ من شآبیب رحمتہ ورضوانہ،

اسی ماہ میں ایک اور مخلص عالم مولانا عبد الجبار ابوہر منڈی والے سفر آخرت پر چل بسے مرحوم کو تعلیم بنات اور تربیت نسواں سے شغف تھا چنانچہ چشتیاں ضلع بہاول نگر میں لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی ایک باقاعدہ منظم درس گاہ قائم کی تھی سینکڑوں لڑکیاں زیر تعلیم تھیں اور بعض لڑکیاں درس نظامی کی کتابیں بھی پڑھتی تھیں۔ در من وراء حجاب" ان کو تعلیم دی جاتی تھی پھر اسی درس گاہ کی ایک شاخ ملتان شہر میں قائم کی جو بہت کامیابی سے چل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں ان نفوس طاہرہ پر جنہوں نے اپنی زندگیاں دینی تعلیم دینی تربیت کے لیے وقف کیں۔

افسوس کہ علمی بستیاں اجڑ رہی ہیں اور ان کا ماتم کرنے والا بھی کوئی نہ رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نوّر اللہ عنہ وأرضاہ وجعل الجنۃ متقلبہ ومثواہ۔

صدمہ کی بات ہے کہ علماء ربانیین کے قافلے بڑی سُرعت سے عالم آخرت کی طرف کُوچ کر رہے ہیں اور یہ سرزمین صالحین کی برکات سے محروم ہوتی جا رہی ہے۔

ماہ شعبان ۱۳۸۹ھ ۔۱۵ نومبر ۱۹۶۹ء کو ہندوستان کے ایک جلیل القدر محدث عالم ربانی مولانا سید حمید الدین بن بشیر الدین فیض آبادی نے کار کے حادثے میں اپنی جان عزیز جہان آفریں کے سپُرد کی۔ مرحوم حضرت امام العصر مولانا انور شاہ رحؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور دورہ حدیث میں میرے رفیق ہم نفس تھے، عربی کے ادیب تھے اور شاعر بھی تھے حضرت مدنی کے بھانجے تھے اور حضرت مدنی سے بیعت بھی تھے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی وطن ہنسور ضلع فیض آباد (یو، پی) میں حاصل کی، اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں تحصیل کی اور جو قافلہ حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کے ساتھ دیوبند سے ڈابھیل ضلع سورت گیا تھا اس کارواں میں شریک تھے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں فراغت پائی اور ۱۶ طلبہ جو ۶۵ طلبہ حدیث میں سے درجہ اول میں کامیاب ہوئے ان میں آپ تھے، فراغت کے بعد ابتداً کچھ عرصہ سرزمین سندھ کے مقام پیر جھنڈا میں رہے جہاں حدیث و رجال کے نادر مخطوطات سے استفادہ کا زریں موقع انہیں پیش آیا، پھر مدرسہ انوار الاسلام بہرائچ میں مدرس رہے اس کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شیخ الحدیث رہے، آخر میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں شیخ الحدیث کے عہدے پہ خدمت حدیث دیتے رہے دارالعلوم دیوبند سے درس حدیث کی خدمت کے لئے بلائے گئے تھے لیکن شاید نہ آسکے، دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے دہلی سے بذریعہ کار اپنے خاندان سمیت دیوبند مجلس شوریٰ کے اجلاس کے لئے آرہے تھے مظفر نگر کے قریب ایک ٹرک سے تصادم میں شہید ہوگئے ممبران مجلس شوریٰ کے اکثر افراد حضرت مولانا محمد طیب صاحب مولانا محمد میاں صاحب مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی، مولانا مرغوب الرحمٰن بجنوری، مولانا حامد الانصاری وغیرہ حضرات موقع پر پہنچے اور جنازہ دیوبند لایا گیا۔ نماز جنازہ حضرت مولانا فخر الدین صاحب مراد آبادی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے پڑھائی۔ اور قبرستان قاسمی میں اپنے شیخ عارف مدنی حضرت مولانا سید حسین احمد رحمہ اللہ کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے۔ ۲۰ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے تھے اور ۴۳ سال علوم نبویہ کی خدمت کرکے ۶۳ سال کی عمر میں عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی بہت کچھ لکھنے کو جی چاہتا ہے تاکہ رفاقت کا تھوڑا بہت حق ادا ہو سکے لیکن

؎ داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار

ان چند سطروں پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وارض عنہ واحشرہ مع عبادك الصالحين العلماء العاملين والمحدثين آمین رب العلمین۔

مرحوم برادر محترم مولانا سید محمد اسعد ابن العارف المدنی کے خسر تھے اس حادثہ میں مولانا اسعد میاں کے جگر گوشہ عزیزم محمد بھی شدید زخمی ہوگئے تھے۔ چار پانچ دن کے بعد وہ بھی وفات پاگئے اور اس طرح مولانا سید اسعد کے لئے ذخیرہ آخرت بن گئے۔ اللّٰھم اجعلہ لہٗ ذخرا واجرا وشافعا ومشفعا۔

○

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں یہ دردناک خبر پڑھی کہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب واصل بحق ہوگئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔

موصوف ضلع اعظم گڑھ (یوپی بھارت) کے ایک گاؤں "فتح پور تال نرجا" کے رہنے والے تھے، معمر بزرگ تھے حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ کے اکابر خلفاء میں تھے، آپکے فیوض و برکات سے نہ صرف یوپی اور شمالی ہندوستان بلکہ جنوبی ہند اور بمبئی کے علاقے بھی فیضیاب تھے، مخلصین واحباب واقرباء کے ہمراہ "سفینہ مظفری" جہاز دیار مقدسہ حرمین شریفین کیلئے روانہ ہوچکے تھے، ماہ رمضان کے عمروں اور طوافوں کا جذبہ لیے جا رہا تھا کہ داعی اجل سمندر کی طوفان خیز موجوں میں پہنچ گیا اور بجائے دیار قدس ملاء اعلیٰ کی سیر کے لئے روح ملکوتی جسد عنصری سے بوقت سحر پرواز کرگئی۔ اور جسد عنصری دیار قدس کے سپرد کر دیا گیا یہ حادثہ ۲۴، ۲۵ نومبر کی درمیان شب کے آخر حصہ میں پیش آیا، سبحان اللہ! کتنے آثار برکات و رحمت کے جمع ہوگئے۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وارفع درجتہ ومتع المستفیضین ببرکاتہ۔

افسوس کہ صالحین کے قافلے بہت ہی سرعت کے ساتھ آخرت کی طرف جارہے ہیں۔ اور یہ مادی دنیا روحانی برکات سے خالی ہوتی جارہی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، ھذا وصلی اللہ علی صفوۃ البریۃ سوادجود سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وصالحی عبادہ اجمعین۔

○

مغربی پاکستان کے شمال مغرب میں موضع غورغشتی ضلع کیمبل پور سے بھی علم واخلاص کے جوہر نایاب، تقویٰ وطہارت کے پیکر، صدق وصفا کے مجسمہ عالم ربانی عارف لاثانی حضرت مولانا نصیر الدین صاحب کی روح مبارک عین اس وقت جبکہ وہ حج بیت اللہ کا عزم کرچکے تھے اور کراچی آنے کے لئے پابہ رکاب تھے، ۳۰ ذی القعدہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۶۹ء کو ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم حضرت مولانا حسین علی نقشبندی سے روحانی کمالات حاصل کرکے ان کے خلیفہ بن گئے تھے عرصۂ دراز تک علوم نبوت کا درس دیتے رہے، تقریباً چالیس سال سے زیادہ صحاح ستہ، ہدایہ اخیرین، مشکوٰۃ کا درس دیا، علم

نبوت کو ذریعہ معاش نہیں بنایا، ہزارہا مخلوق خدا کو فیض یاب فرمایا، غالباً عمر مبارک سو سال سے متجاوز تھی، تمام عمر قال اللہ وقال الرسول کی صدا سے معمور رہی۔ اس پرفتن دور میں ایسے نفوس قدسیہ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملیں گے جن کی تمام عمر علم و دین کی خدمت میں گزری، نہ راحت کی فکر، نہ تنخواہ و مشاہرہ کا تصور، نہ دولت اور عزت و وجاہت کی آرزو، فقیرانہ زندگی مسجد میں گزاری، حقیقت اسی قسم کے پاک طینت نفوس مقدسہ ہیں جو علوم نبوت کے وارث اور مسند نبوت کے جانشین ہیں۔

ان للہ عباداً فطنا — طلقوا الدنیا وخافوا الفتنا
نظروا فیہا فلما علموا — انہا لیست لحی وطنا
جعلوہا لجۃ واتخذوا — صالح الاعمال فیہا سفنا

ترجمہ:- (۱) اللہ تعالیٰ کے کچھ سمجھ دار بندے ایسے بھی ہیں جنہوں نے فتنوں سے ڈر کر دنیا کو طلاق دے دی۔

(۲) دنیا میں غور کرنے سے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ کسی بھی زندہ مخلوق کا مقام اور وطن نہیں ہے۔

(۳) اس لئے انہوں نے دنیا کو ایک غرقاب سمندر سمجھ کر نیک اعمال کے سفینوں سے اسے عبور کیا۔

فاللّٰھم اغفر لہ وارحمہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ وارزقہ داراً خیراً من دارہ وجاراً خیراً من جارہ

○

افسوس کہ مصر کے مایہ ناز محقق عالم الشیخ محمد ابو زہرہ گزشتہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۴ء ۱۹ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ کو واصل بحق ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف دور حاضر کے ممتاز عالم، بے نظیر مصنف، حیرت انگیز خطیب تھے۔ آئمہ اربعہ اور چند افراد امت پر ان کی تصانیف ان کے علمی شاہکار ہیں۔ تصنیفی اسلوب میں نقد و تحلیل اور بحث و تحقیق کے امام تھے وہ مسلکاً حنفی تھے لیکن بعض مسائل میں وہ اپنے خیال میں دلیل و حجت کے تابع تھے موصوف سے پہلی مرتبہ جب لاہور میں ۵۸ء میں کلوکیم ہوا تھا تو وہ کراچی آئے تھے۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں بھی تشریف لائے تھے۔ ملاقات ہوئی تھی پھر کلوکیم میں ان کی تقریروں کے سننے کا موقع ملا تھا غلام احمد پرویز اور عبد الحکیم ادارۂ ثقافت والے پر ان کی تنقید و تقریر قابل قدر تھی بعد میں "مجمع البحوث الاسلامیۃ" کی کانفرنسوں میں موصوف کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور ان کی علمی خصوصیات کے جوہر کھلے وہ بیک وقت بہترین ادیب و کاتب بھی تھے اور اعلیٰ ترین خطیب بھی تھے۔ حافظہ بے نظیر تھا جو کچھ سب یاد ہوتا تھا۔ "مجمع البحوث الاسلامیۃ" میں جب بھی کسی موضوع پر سینکڑوں صفحات کا مقالہ تیار فرمایا تو کھڑے ہو کر خود سناتے تھے۔ اکثر حافظے سے سناتے تھے۔ گویا تقریر کر رہے ہیں۔ عقیدہ سلیم تھا۔ مزاج میں سنجیدگی اور وقار تھا۔ غرض اپنے اس دور میں علماء ازہر میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے عرصہ دراز تک وہ "کلیۃ الحقوق" (لا کالج) کے عمید (پرنسپل) تھے۔ ہمارے مولانا عبد الرزاق صاحب جو مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں ہمارے رفیق کار تھے "المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ" کی دعوت پر ڈاکٹریٹ کیلئے مصر گئے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود پر مقالہ تیار کر رہے تھے۔ ادارہ ازہر شریف کی طرف سے مشرف استاذ الشیخ ابو زہرہ تھے۔ افسوس صد افسوس کہ اس قحط الرجال کے دور میں ایسی باکمال شخصیتیں مشکل سے پیدا ہوتی ہیں۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے درجات عالیہ نصیب فرمائے اور ان کی علمی و دینی خدمتوں کو بارگاہ ربوبیت میں شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔

○

افسوس کہ ہمارے بلوچستان فورٹ سنڈیمن کے نوجوان عالم مولانا شمس الدین بتاریخ ۱۴ مارچ ۱۹۷۴ء ۱۹ صفر ۱۳۹۴ھ بڑی بے دردی سے شہید کر دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم کے اس نوعمری میں سیاسی میدان میں قدم رکھنے سے بہت سے حیرت انگیز کمالات کا ظہور ہوا۔ سنجیدہ باوقار خوب صورت، خوب سیرت اور اصول کے پابند عالم تھے۔ بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر تھے۔ اس دوران ان کو شدید سے شدید آزمائشیں پیش آئیں اور ایسے ایسے خطرناک ہوش ربا امتحانات سے واسطہ پڑا جہاں بڑوں بڑوں کے قدم ڈگمگا گئے۔ لیکن کیا مجال کہ مولانا شمس الدین کے پائے استقامت کو ذرہ بھر بھی لغزش ہوئی ہو۔ مال سے مستغنی، جاہ و منصب سے بے نیاز، فقیری میں بادشاہ، فیض رساں، خدمت خلق کے لئے وقف جری بہادر، جمعیت علماء اسلام اور مولانا مفتی محمود صاحب خصوصی طور پر تعزیت کے مستحق ہیں۔ کسے معلوم تھا کہ بلوچستان کی سنگ لاخ وادی ابر نو بہاری کے فیض سے اتنی جلد محروم ہو جائیگی۔

ع اکنوں چہ تواں کرد کہ تقدیر چنیں بود

حق تعالیٰ نے موت بھی شہادت کی نصیب فرمائی۔ حق تعالیٰ اس شہید ملک و ملت کو شہداء برحق کے درجات رفیعہ سے سرفراز فرمائیں اور حیات جاودانی نصیب فرمائیں اور شہداء کے لئے احادیث نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جن درجات کا ذکر آیا ہے حق تعالیٰ وہ مولانا شمس الدین کو عطا فرمائیں، آمین۔ ان کی خدمت قبول ہو ان کی خوبی شہادت ان کے حق میں ہر طرح سے باعث خیر و برکت ہو۔ آمین ثم آمین۔

○

گذشتہ ماہ یکم جمادی الاخری ۱۳۹۱ھ، ۲۵ جولائی ۱۹۷۱ء کو ہمارے ایک محب و محبوب جوان صالح، سراپا اخلاص عالم، برادرم مولانا محمد عثمان صاحب ہزاروی کا حادثہ وفات پیش آیا۔ مرحوم دار العلوم دیوبند سے فارغ ہوئے اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے شرف بیعت بھی حاصل کیا۔ اس طرح علم و عرفان کی دونوں نسبتیں حضرت مدنیؒ سے نصیب ہوئیں، حضرت مدنیؒ کے کسی خلیفہ مجاز سے شرف اجازت بھی حاصل ہوا۔

اسی زمانہ میں کراچی آئے، ان دنوں ہمارے مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی کا ابتدائی دور تھا۔ تربیت و تکمیل کا درجہ کھولا تھا، فارغ التحصیل حضرات کو حجۃ اللہ البالغہ، مقدمہ ابن خلدون، اتقان اور علوم قرآنی کے مشکلات کا درس دیا جاتا تھا، علاوہ ازیں فقہ مذاہب اربعہ کی تحقیق، ابن رشد کی بدایۃ المجتہد کا مطالعہ، تاریخ ادب، عربی ادب، ادب کی کتابت و خطابت کی تمرین وغیرہ مضامین تھے۔ مرحوم نے باقاعدہ طور پر یہ مرحلہ بھی طے کیا۔ کچھ عرصہ بعد مدرسہ فرقانیہ راولپنڈی کے صدر مدرس و شیخ الحدیث اور ایک جامع مسجد کے خطیب ہوئے اور چندے بعد اسلام آباد میں مدرسہ تعلیم القرآن، جو برادر محترم اختر حسن صاحب (وزارت داخلہ کے سیکشن آفیسر) کی جد و جہد سے وجود میں آئے تھے۔ ان کی نگرانی و اہتمام کے فرائض بلا معاوضہ انجام دینے لگے، مزاج میں سادگی، تواضع، مسکنت، اصلاح و تقوی اور اخلاص کوٹ کوٹ کر بھر دیئے گئے تھے۔ طبیعت کا معصومانہ انداز، بھولے پن کے ساتھ وقار اور غنا، قلبی قابل رشک تھا۔ کراچی کی حاضری کا سالانہ معمول تھا۔

افسوس کہ عصر حاضر کے علماء اور خصوصاً نوجوان اہل علم میں یہ خصوصیات بہت کم نظر آتی ہیں۔ کسی عربی شاعر نے ٹھیک کہا ہے ؎

الموت نقاد علی کفہ

جواھر یختار منھا النقاد

"موت کی مثال اس جوہری کی ہے جس کے ہاتھ میں جواہرات ہوں، جو عمدہ ہو اس کو چن لیتا ہے"

برادرم مرحوم سے ان کے خصائص و اخلاص کی وجہ سے کچھ قلبی ربط ایسا پیدا ہو گیا تھا کہ ہر وقت وہ سامنے رہتے تھے اور اب بھی اکثر ان کی یاد قائم رہتی ہے بلکہ ستاتی ہے۔ ؎

اے ہم نفسان محفل ما

رفتید ولے نہ از دل ما

حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرما کر رحمت و رضوان کے اعلیٰ مقامات نصیب فرمائے۔

اوائل رجب ۱۳۹۱ھ میں سرزمین حجاز کے ایک ممتاز و جلیل عالم اور عربی النسل رئیس الشیخ محمد نصیف کا جدہ میں انتقال ہوا۔ مرحوم جدہ کے قدیم ترین باشندے تھے، ان کے آباؤ اجداد عہد عثمانی میں بہت معزز تھے۔ حبشہ سے جو سیاہ فام محنت غلام درآمد کئے جاتے تھے اور عہد عثمانی میں حرم کی سرا کی خدمت یا حرمین شریفین کی خدمات کے لئے جن کو منتخب کیا جاتا تھا، جنہیں خواجہ سرا یا عربی میں اغوات ــ آغا کی جمع ــ کہا جاتا ہے ان کی دینی تعلیم و تربیت اور آداب خدمت آموزی کا فریضہ اسی خاندان کے سپرد تھا۔ اسی وجہ سے سلاطین آل عثمان کے ہاں ان کے اسلاف کی بڑی عزت تھی۔ سعودی حکومت سے پہلے فرمانروا ملک عبد العزیز مرحوم کے بھی ان سے برادرانہ تعلقات تھے، جدہ میں جب تک سرکاری عمارات نہیں بنی تھیں، شاہ عبد العزیز مرحوم انہی کے مہمان ہوتے تھے، شاہ سعود بن عبد العزیز سے بھی یہی تعلق رہا۔ اور حجاز و نجد کے موجودہ حکمران شاہ فیصل سے بھی خوشگوار تعلقات رہے۔

مرحوم، انتہائی کریم النفس اور با اخلاق عالم تھے، جود و سخا کا پیکر، متانت و رزانت کا مجسمہ، دراز قامت، خوبرو، دوہرا بدن، باوقار شخصیت جاذب نظر صورت، شگفتہ مزاج، خوش اخلاق و خوش پوش۔

ایک عظیم الشان کتب خانے کے مالک تھے، جس میں سولہ ہزار (۱۶۰۰۰) کتابیں جمع تھیں۔ قلمی نوادرات کا بھی بڑا ذخیرہ تھا، مطالعہ سے عشق اور کتابوں کی عمدہ سے عمدہ جلد بندی کا خصوصی ذوق تھا۔ مراکش سے انڈونیشیا تک کے اہل علم سے روابط و تعلقات تھے، موسم حج میں ان کا دولت خانہ اہل علم کا مہمان خانہ بن جاتا تھا۔

اصل سے شافعی المذہب تھے، لیکن حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، سبھی قسم کے اساتذہ سے اکتساب فیض کیا تھا۔ اس لئے مذہبی تعصب سے بالاتر تھے۔ حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ کے شیدائی تھے۔ آخر میں سلفی مسلک کے ہو گئے تھے۔

علم و عقل اور وجاہت و ریاست کے باوجود شان و تکبر سے دور تھے اور مزاج میں انتہائی شگفتگی تھی، ہر قوم کے لطائف سنایا کرتے تھے۔ انہیں دیکھ کر عرب علماء اور عرب اسخیاء کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ عمر اسی برس سے متجاوز تھی۔ مرحوم سے میرے روابط ۱۳۵۶ھ سے تھے۔ افسوس کہ تقریباً ۳۵ سالہ ربط، چشم زدن میں ختم ہوا۔

آنکھوں کے آپریشن کے لئے لندن گئے تھے، مگر آپریشن نہیں کرایا۔ دو ہفتہ بعد واپس لوٹ آئے۔ آتے ہوئے چند دن لبنان میں قیام رہا۔ جدہ واپس ہو کر ایک ہفتہ بعد داعی اجل کو لبیک کہا اور واصل بحق ہو گئے۔ شاہ فیصل کے حکم سے دلی عہد نے جنازہ میں شرکت کی۔ حق تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت و مغفرت سے سرفراز فرمائے اور درجات عالیہ سے نوازے۔ معلوم ہوا ہے کہ مرحوم کی وصیت کے مطابق ان کا عظیم الشان کتب خانہ جدہ کی جامعہ عبد العزیز الملکیہ میں منتقل ہوا ہے اور ان کا ذاتی مکان "بیت نصیف" شاہ فیصل خریدنا چاہتے ہیں۔ ایک محترم نے جو مرحوم کے رشتہ دار ہیں۔ لکھا ہے، شاید دیدیا جائے گا۔

تعارف و تبصرہ

دعواتِ حق (جلد دوم)

از افادات حضرت مولانا عبد الحق صاحب، اکوڑہ خٹک "

ضبط و ترتیب :- مولانا سمیع الحق صاحب

قیمت ۴۰/- روپیہ "

ملنے کا پتہ :- مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک — ضلع پشاور "

حضرت مولانا عبد الحق صاحب زید مجدہم - بانی و مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی ذات گرامی اور آپ کے کمالات و خدمات سے ایک دنیا آگاہ ہے مادر علمی دار العلوم دیوبند میں تکمیل کے بعد آپ نے وہاں تدریس کا فریضہ بھی سر انجام دیا اور پھر امیر المومنین حضرت السید احمد شہید بریلوی قدس سرہٗ کے مرکز جہاد اکوڑہ خٹک میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جو اب ایک عظیم یونیورسٹی اور مرکز علوم کی حیثیت اختیار کر چکا ہے سرحد و بلوچستان کے علاوہ افغانستان اور روس کے علاقہ ترکستان کے ہزاروں طلباء اس مرکز علم و عرفان سے کسب فیض کر کے دور دراز گوشوں میں مصروف خدمت ہیں، ہند و پاک کے اکابر علماء نے اس جامعہ میں قدم رنجہ فرمایا اور جو نہ آسکے انہوں نے اپنی دعاؤں سے نوازا، ان اہل اللہ کی دعاؤ بانی محترم کے خلوص اور خدام دار العلوم کی دینی لگن اور جذبہ خدمت نے قاری محمد طیب صاحب کے الفاظ میں اس مدرسہ کو پاکستان کا دار العلوم دیوبند بنا دیا ہے "

حضرت مولانا نے دوسرے کاموں کے علاوہ وعظ و تبلیغ کے میدان میں بھی بے پناہ کام کیا ہے لیکن افسوس کہ وہ سارا سرمایہ محفوظ نہ ہو سکا، بہر حال جو محفوظ ہوا وہ اس سے قبل دو ضخیم جلدوں میں چھپ کر سامنے آگیا ہے ایک جلد تو قومی اسمبلی پاکستان میں آپ کی تقاریر وغیرہ پر مشتمل ہے اور دوسری جلد دعوات حق جلد اول کے نام سے چھپی اب تیسرا مجموعہ سامنے آیا ہے جو دعوات حق کی دوسری جلد ہے اسمیں مولانا المحترم کی بعض تقاریر شامل ہیں جو آپ نے مختلف مواقع پر فرمائیں ان تقاریر کی زبان سادہ اور بے تکلف ہے اور انداز بیان بڑا شستہ اور شائستہ ہے حضرت العلام کا مقصد دینی حقائق کو عام فہم انداز میں خلق خدا تک پہنچانا ہے اور آپ نے اسی نقطہ نظر سے گفتگو کی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ مجموعہ ع دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے، کا مصداق ہے ان تقاریر و مواعظ کو مرتب کرنے کا سہرا آپ کے خلف الرشید اور ہونہار فرزند مولانا سمیع الحق کے سر ہے جو دار العلوم کے مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ دار العلوم کے کامیاب ترین آرگن کے ایڈیٹر بھی ہیں، موصوف نے بڑی محنت و عرق ریزی سے یہ مجموعہ مرتب کیا ہے انہیں کی ہمت سے مؤتمر المصنفین قائم ہوا اور تھوڑے ہی عرصہ میں کئی قابل قدر کتابیں سامنے آگئیں،

یہ مجموعہ عوام و خواص سبھی کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جسکی اشاعت پر ہم تمام متعلقین کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ خیر میں بیش از بیش ترقی نصیب فرمائے

اسلامی دستور کے بنیادی اور راہنما اصول :-

تصنیف مولانا مفتی عزیز الرحمن بجنوری :- قیمت ۲۷/- روپے

ملنے کا پتہ :- مکتبہ رحمانیہ ۱۸ - اردو بازار لاہور۔

مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری ایک نامور عالم و مفتی اور مصنف ہیں آپ کے باغ و بہار اور تحقیقی قلم سے کئی قابل قدر کتابیں اس سے قبل سامنے آچکی تھیں "

زیر تبصرہ کتاب ایک خاص مقصد کے پیش نظر لکھی گئی ہے جسکا اظہار موصوف نے "اپنی بات" کے عنوان سے دیباچہ میں کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عرصہ سے جدید تعلیم یافتہ حضرات پہلے تو اسلام میں لچک کا مطالبہ کرتے تھے اب اسکی تشکیل جدید کا مطالبہ ہونے لگا ہے، گویا یہ لوگ بقول مصنف یا تو اسکو جانتے ہوئے یہ بات کرتے ہیں، اگر ایسا ہے تو وہ اسلام کو کیا بنانا چاہتے ہیں اور اگر نہیں جانتے تو پھر اسلام کو سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے -؟ کسی بھی مذہب کی تشکیل جدید یا اسکی مقررہ رعایتوں کے بعد لچک تحریف و تبدیلی پر منتج ہوتی ہے

اور پھر اصل چیز باقی نہیں رہتی ۔
موصوف نے جدید دنیا کی اس انہونی بات کے پیش نظر یہ کتاب لکھی ہے لیکن انہیں ایک مرتبہ سارا مسودہ ختم کر دینا پڑا کیونکہ وہ بہت مشکل تھا ،

حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی معرکۃ الآرا کتاب حجۃ اللہ البالغہ کی چند سطری عبارت آئندہ ان کی کتاب کی بنیاد بنی جسمیں حکیم دہلوی نے فرمایا ہے ، کہ بڑے شعار چار ہیں ،، قرآن پاک ، کعبۃ اللہ ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نماز ، اس چند سطری عبارت کو بنیاد بنا کر آپ نے یہ کتاب لکھی جسمیں ابتداء میں تو شعار کا تعارف ہے ، پھر الگ الگ چار بڑے شعاروں پر مفصل گفتگو کی گئی ہے اور ضمنی طور پر اسلام کے نظام حکومت ، معاشی نظام ، سنت صحابہ ، سنت شریفہ اور قانون جرم وسزا جیسے اہم مباحث زیر بحث آگئے ہیں ، آخر میں چند علمی مباحث کے ضمن میں برطانیہ میں نماز کے اوقات ، روزہ کے اوقات ، بلا تسمیہ ذبیحہ ، مشینی ذبیحہ اور رویت ہلال وغیرہ پر گفتگو کی گئی ہے اور ساتھ ہی گذشتہ شرائع سے تقابل پر بڑی وسیع بحث موجود ہے ۔ واقعہ یہ ہے کہ اپنے مباحث کے اعتبار سے یہ کتاب دور حاضر کے لٹریچر میں ایک گراں بہا اضافہ ہے اور فاضل مصنف کے ساتھ ساتھ پاکستانی ناشر بھی مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے پاکستانیوں کیلئے اس کتاب کی اشاعت کا انتظام کیا ،،

جس قسم کی بیہودہ بحثیں دوسری جگہ ہوتی ہیں جن کی وجہ سے یہ کتاب لکھنا پڑی اس قسم کی بحثیں پاکستان میں بہت زیادہ ہیں ضرورت ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اپنی فکری اصلاح کرے اور اس کے لئے یہ کتاب بڑی مؤثر ہوگی ،،

ساتھ ہی ہر سطح کے اہل علم کے لئے یہ گراں بہا تحفہ ہے جسکی وسیع پیمانے پر پذیرائی ضروری ہے ،،

رموز عشق

تصنیف ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ،

قیمت ۱۶/۰ روپیہ ،، ملنے کا پتہ ،،
پروگریسو بکس /۴۰ بی اردو بازار لاہور

ڈاکٹر صاحب موصوف علیگڑھ کے ایم اے لنڈن کے پی ، ایچ ڈی ، اور بیرسٹر ایٹ لار کے ساتھ ساتھ مشہور عالم یونیورسٹی جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے شعبہ فلسفہ کے سربراہ رہے ہیں ، ایک فلسفی ہونے کے باوجود ان کی دل کی دنیا آباد تھی جس کا ثبوت ان کی وہ کتابیں ہیں جنہیں ایک دنیا خراج عقیدت پیش کر چکی ہے ان کتابوں میں ایک یہ زیر تبصرہ کتاب بھی ہے جو ایک دیباچہ اور چھ ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں محبت یا عشق کی حقیقت ، دوسرے باب میں اسباب محبت ، تیسرے میں عشق حقیقی اور دلائل شرعیہ چوتھے میں عشق اور صوفیہ وجودیہ پانچویں میں عشق مجازی اور چھٹے میں آثار وثمرات عشق پر بحث کی گئی ہے ،

عشق ومحبت ایک لافانی حقیقت ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر کیا ہے ، اور واضح کیا ہے کہ ایک سلیم الفطرت انسان عشق ومحبت کے اعتبار سے صرف اللہ کی ذات کو ہی مرکز قرار دیتا ہے (والذین آمنوا اشد حبا للہ) لیکن یہ المیہ ہے کہ انسان جب بہکتا ہے تو وہ نہ معلوم کس کس کو اپنی محبت کا مرکز قرار دے لیتا ہے تو اس سے سو قسم کی خرابیاں جنم لیتی ہیں اور پھر انسان جسے اللہ نے احسن تقویم کے سانچہ میں ڈھال کر بنایا تھا اسفل السافلین کا مستحق بن جاتا ہے ،

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم رموز عشق کو جانیں اور ان کے تقاضوں کو پورا کریں ڈاکٹر صاحب نے اسی ذہن سے یہ کتاب سپرد قلم کی ہے جسمیں ایک انسان کو اپنی محبت کے حقیقی مرکز کی پہچان نصیب ہوگی ، عشق مجازی اس کی ممکنہ صورتیں اور اس کے آثار ونتائج کا اندازہ ہوگا ،

کل کا جاہلی انسان بتوں اور ٹھاکروں کو اپنی محبت کا مرکز قرار دیتا تھا لیکن آج کا متمدن انسان مادیت کی مختلف شکلوں کو پوج رہا ہے اور یہی چیز اس کی بربادی کا اصل باعث ہے ،،

یہ کتاب جاہلی آثار سے رہائی کا باعث بنیگی اور بالخصوص نوجوان نسل جو اپنی بے چینی واضطراب کے لئے کسی مسیحا کی منتظر ہے اس میں واضح اور شافی علاج پائیگی پروگریسو کے مالکان نے یہ اچھی اور شائستہ کتاب چھاپ کر احسان کیا ہے ، ہمیں امید ہے کہ وہ مزید اچھی کتابیں چھاپ کر سرمایہ علمی میں اضافہ کریں گے ،، ۔۔ ۱۲ر

ٹاول، بنیان، قالین بافی، دری کے لیے
خوبصورت، دیرپا، دیدہ زیب
سائن پرنٹ لیبل
دلکش و جدید
کی خریداری کے لیے
ہماری خدمات حاصل کریں
پروپرائٹر: محمد یوسف ربانی
محمود لیبل ورکس، مین بازار ڈگلس پورہ، فیصل آباد
میاں چنوں
دواخانہ پیام الصحت
علاقہ بھر میں دیرینہ امراض
کے شکار مریضوں کیلئے ممتاز علاج گاہ ہے
تشخیص امراض اور تسلی بخش علاج
کی ضمانت۔ خدانخواستہ آپ کسی مرض میں مبتلا ہوں تو آج ہی ہمارے علاج کو آزمائیں۔
(مالک) حکیم محمد یوسف رحمانی۔ دواخانہ پیام الصحت بوریوالہ روڈ میاں چنوں